اور اللہ ہی نے تمہارے گھروں کو تمہارے لیے سکون کی جگہ بنایا۔ (النحل)

اس نے تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم کو ان کے پاس سکون ملے۔ (الروم)

سکونِ خانہ

(میاں بیوی کے حقوق و ذمہ داریاں)

تالیف

مفتی محمد مکرم محی الدین قاسمی حسامی

استاذ جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدر آباد

نام کتاب	سکونِ خانہ
مؤلف	مفتی محمد مکرم محی الدین قاسمی حسامی استاذ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد فون:9704095041
سنِ اشاعت (طبع اول ایک ہزار)	۱۴۳۷ھ دسمبر 2015ء
سنِ اشاعت (طبع ثانی چار ہزار)	۱۴۳۷ھ اپریل 2016ء
سنِ اشاعت (طبع ثالث دو ہزار)	۱۴۳۹ھ مارچ 2018ء
تعدادِ صفحات	۱۳۵
کمپوزنگ	مفتی سید ابراہیم حسامی وقاسمی
قیمت	120/-
ناشر	الکرم پبلیشرز مغل پورہ، حیدرآباد

ملنے کے پتے

(۱) جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد، شیورام پلی، فون: 040-24016479

(۲) محمد مظہر محی الدین صاحب، مغل پورہ، موبائل: 9866743411

(۳) دکن ٹریڈرس، مغل پورہ و چار مینار، فون: 04024521777

(۴) مکتبہ سنابل، مغل پورہ، حیدرآباد، موبائل: 9347024207

(۵) ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی،: 04025414892

فہرستِ عناوین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلماتِ بابرکات

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد جمال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

عزیزم مفتی محمد مکرم محی الدین سلمہ کو اللہ تعالیٰ نے صالحیت وصلاحیت دونوں نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، فقہ وفتاویٰ اور اصلاح معاشرہ کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، تدریس کے ساتھ تصنیفی خدمات لائق ستائش ہیں، زیرنظر کتاب موجودہ دور کی ایک نہایت اہم ضرورت ہے۔''ازدواجی ومعاشرتی زندگی'' کے بارے میں قرآن وسنت کی تعلیمات خوشگوار اور کامیاب زندگی کی ضامن ہیں، اس موضوع پر یہ ایک بہترین تصنیف ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اور سب کو قدردانی اور بھرپور استفادہ کی توفیق دے۔

(حضرت مولانا شاہ محمد) جمال (الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم) غفرلہ

۲؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

مقدمہ

امین الفقہ حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی
(صدر مفتی جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد)

دین اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ انسان کی فطرت کے مطالبات کی نفی نہیں کرتا؛ بلکہ ان کے حصول کے جائز ذرائع مہیا کرتا ہے، نکاح ایک مقدس رشتہ ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کی جنسی تسکین اوراس کی فطری خواہش کی جائز ذریعے سے تکمیل کا ایک مہذب طریقہ ہے، اللہ تعالی نے مردوزن کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے حکم دیا ہے: **فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع** (النساء:۳) عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں، دودو، تین تین اور چار چار سے تم نکاح کرلو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے اوراس سے روگردانی کرنے والے سے اپنا تعلق ختم کرنے کا اعلان فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح میرا طریقہ ہے اور جو شخص میرے طریقہ پر عمل نہیں کرتا اس کا مجھ سے تعلق نہیں (ابن ماجه، کتاب النکاح:١٨٤٦) اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی بچوں والی زندگی بسر کرنا اسلام کا ایک اہم اصول ہے، جب کہ یہود ونصاری اور ہندؤوں کا طریقہ ہے کہ ان کے یہاں غیر شادی شدہ زندگی گذارنا اور ریاضت وعبادت میں مشغول رہنا قابل تعریف خیال کیا جاتا ہے۔

اسی طرح نکاح طرفین میں مودت ومحبت، راحت وسکون اوران کے دین کی تکمیل کا ذریعہ اور دوخاندانوں میں قربت ومحبت اور اتحاد واتفاق کا ضامن ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس رشتہ ازدواج کو ایک نعمت قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: **وهو الذی خلق من الماء**

بشرا فجعله نسبا وصهرا (الفرقان:٥٤) وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اس سے نسب وسسرال کا سلسلہ چلایا۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں محبت رکھنے والوں کے لئے نکاح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی (مستدرك حاكم،ص:٢/١٦٠) اس کے علاوہ نکاح انسان میں شرم وحیاء پیدا کرتا ہے اور بدکاری سے بچاتا ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوانو!تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھے وہ نکاح کرے،اس لئے کہ نکاح آنکھوں کو نیچا کرتا ہے اور شرمگاہ کو محفوظ رکھتا ہے ،اور جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے؛ کیونکہ روزہ اس کی خواہش نفس کو ختم کردے گا۔(مسلم،كتاب النكاح:١٤٠٠)

میاں بیوی کے تعلق میں یہ ضروری تھا کہ کسی ایک کو سربراہی کا درجہ دیا جائے اور اسی حساب سے اس پر ذمہ داریاں بھی ڈالی جائیں،ظاہر ہے کہ فطری برتری کے اعتبار سے اس منصب کے لئے شوہر ہی زیادہ موزوں تھا،چنانچہ شریعت میں گھر کا سربراہ مرد ہی کو قرار دیا گیا ہے اور بڑی ذمہ داریاں اسی پر ڈالی گئی ہیں،ارشاد باری تعالی ہے:**الرجال قوامون علی النساء**(النساء:٣٤) مرد عورتوں کے سربراہ ہیں،اس سلسلہ میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ گھر کے سربراہ اور ذمہ دار نیز سرتاج کی حیثیت سے شوہر کی بات مانیں اور بیوی ہونے کی حیثیت سے جو مخصوص خانگی ذمہ داریاں ہیں،ان کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں،چنانچہ انہیں کہا گیا:**فالصلحت قنتت حفظت للغيب بما حفظ الله** (النساء:٣٤) نیک بیویاں اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہوتی ہیں اور شوہر کی عدم موجودگی میں بھی عزت وآبرو کی حفاظت کرتی ہیں،لیکن اس سربراہی کا قطعا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنی اس سربراہی کو اللہ کے مؤاخذہ اور محاسبہ سے بے پرواہ ہوکر عورتوں پر استعمال کریں،بلکہ وہ اس معاملہ میں اللہ سے ڈریں،چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:لوگو!اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو،تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ اپنے عقد میں لیا ہے (مسلم،كتاب الحج:٢٩٥٠) مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت کسی کی بیوی بنتی ہے تو اسے

اللہ کی امان اور پناہ حاصل ہوجاتی ہے، اگر شوہر ان کے ساتھ ظلم وزیادتی کرے گا تو اللہ کی دی ہوئی امان کو توڑے گا اور اس کے یہاں وہ مجرم ٹھہرے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ عورتوں کے لئے کتنا بڑا اشرف ہے اور اس میں ان کے سربراہ شوہروں کو کتنی سخت وارننگ ہے، بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کمال ایمان کی علامت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاقی برتاؤ سب کے ساتھ بہت اچھا ہو اور خاص کر اپنی بیوی کے ساتھ جس کا رویہ انتہائی لطف ومحبت کا ہو۔ (جامع ترمذی ، کتاب الایمان:۲٦١٢)

آدمی کے اچھے یا برے ہونے کا معیار اور نشانی یہ ہے کہ اس کا اہل خانہ کے ساتھ برتاؤ کس طرح کا ہے؟ اگر وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے حق میں بھی اچھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہدایت کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے خود اپنی مثال پیش فرمائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی تم میں سے اچھا ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور میں اپنی بیویوں کے لئے بہت اچھا ہوں۔ (ترمذی:۳٨٩٥)

واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں کے ساتھ برتاؤ انتہائی دلجوئی اور دلداری کا تھا۔ ہمارے یہاں معمولی بات پر بیوی کو زدوکوب کرنے کا عام رواج ہے، ایسے سخت گیر حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس قسم کی مار پیٹ کے متعلق علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے یہاں عورتیں بہت زیادہ آئی ہیں جو اپنے شوہروں کی شکایت کرتی ہیں، ایسے لوگ کوئی اچھے آدمی نہیں ہیں۔ (ابوداؤد،کتاب النکاح:٢١٤٦)

اسلام نے میاں بیوی کے باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کے متعلق جو ہدایات دی ہیں ،ان کا خاص مقصد یہی ہے کہ میاں بیوی کا تعلق زیادہ سے زیادہ خوشگوار اور مسرت وراحت کا باعث ہو، انہی حقوق اور ذمہ داریوں کی تفصیل زیر نظر کتاب میں پیش کی گئی ہے کہ بیوی وخاوند کے تعلقات کو خوشگوار کیونکر بنایا جاسکتا ہے؟ اس موضوع پر یہ کتاب انتہائی بیش بہا اور معلومات افزا

ہے،اس میں رشتہ ازدواج کی نزاکت وتقدس،میاں بیوی کا مقام ومرتبہ،دونوں کے ایک دوسرے پر قانونی واخلاقی حقوق وغیرہ پر سیر حاصل بحث ہے،اگر میاں بیوی ان ہدایات پر عمل کریں گے تو پورا گھران کے لئے جنت کی نظیر بن جائے گا۔ یہ کتاب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد کے ایک فیض یافتہ ہونہار فاضل ومفتی جناب مولانا مفتی مکرم محی الدین صاحب زاد اللہ علمہ وفضلہ استاذ حدیث وفقہ نے ترتیب دی ہے،مولانا ایک علمی ودینی خانوادہ کے چشم وچراغ ہیں،اب تک کئی کتابیں ان کے قلم سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

سابقہ کتب کی طرح اس کتاب کی زبان وبیان بھی سلیس اورعمدہ ہے،ہر بات باحوالہ اورمستند کتابوں سے مراجعت کرکے لکھی گئی ہے؛ جس کی وجہ سے اس کی افادیت ونافعیت دوچند ہوگئی ہے،یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر شادی شدہ جوڑے کے پاس ہواور وہ اس کا مطالعہ کریں اوراس کی ہدایات پر عمل کریں،انشاءاللہ اس کے مثبت اوردوررس اثرات مرتب ہوں گے،اورمثالی ازدواجی زندگی گذارنے میں ممد ومعاون ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعاء ہے کہ وہ اس رسالہ کوقبولیت عامہ نصیب فرمائے،مولف کے لئے اس کو ذخیرہ آخرت اور باقیات صالحات بنائے،اوران کی تحریر کومزید شگفتگی اوررعنائی بخشے ،اورآئندہ بھی اس طرح کی تالیفات کی توفیق ارزانی نصیب فرمائے۔آمین

محمد جمال الدین قاسمی

دارالعلوم حیدرآباد

یکم صفرالمظفر ۱۴۳۷ھ

تقریظ

جناب مولانا محمد رحیم الدین انصاری صاحب زید مجدہم
(ناظم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدر آباد)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ .(الحجرات:۱۳) اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تم کو مختلف خاندان بنایا؛ تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اور اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

خاندان مرد اور عورت یعنی میاں بیوی کا نام ہے، جب دونوں کا نکاح ہوجاتا ہے تو دونوں ازدواجی زندگی میں شامل ہوجاتے ہیں، شادی ایک فطری عمل ہے یعنی ایک خدائی اور ازلی نظام ہے، اللہ کی مخلوق میں سے ہر چیز کا اس سے رشتہ ہے، اس کے نتیجے میں اس کے ثمرات حاصل ہوتے ہیں اور اسی پر اس کی بقا موقوف ہے، اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں: وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُون. (الذاریات:۴۹) اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم بنایا تاکہ تم (اِن مصنوعات سے) توحید کو سمجھ سکو، شادی اللہ کی جاری کردہ سنت وطریقہ ہے اور اس کی سنت وعادت میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلاً وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلا . (الفاطر:۴۳) اللہ کی سنت میں آپ ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

انسانوں میں شادی ایک اہم مسئلہ ہے، نوع انسانی کی بقا اور زندگی کی آبادی اس میں مضمر ہے، اور اس میں دین ودنیا دونوں ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ، سورہ نساء اور سورہ

طلاق میں باقاعدہ اس کے قوانین بتائے ہیں؛ کیوں کہ نوع انسانی کی بقا کے لئے یہ ضروری ہے۔

اسلامی تعلیمات کی بنیاد دو چیزوں پر ہے، قرآن مجید اور حدیث رسول، قرآن میں زیادہ تر اصول ومبادی کو بیان کیا گیا ہے اور حدیثیں ان کی تشریح ہوتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے معاشرہ میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے امور کی نشاندہی بڑی وضاحت کے ساتھ فرمادی ہے اور اِن سے بچنے کی خاص طور سے تاکید فرمادی ہے، جن پر عمل کرنا اور معاشرہ میں اسے عام کرنا دنیا میں چین وسکون کا ذریعہ اور آخرت میں فلاح وکامرانی کا وسیلہ ہے۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ عزیز مکرم مولانا مفتی محمد مکرم محی الدین صاحب نے موجودہ معاشرہ پر ایک گہری نظر ڈالی اور ''سکونِ خانہ — میاں بیوی کے حقوق اور ذمہ داریاں'' کے عنوان پر ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی ہے، موصوف نے اپنی ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد میں حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی، پھر اس کے بعد دارالعلوم حیدرآباد میں افتاء کی تربیت پائی۔

ماشاء اللہ مولانا محمد مکرم محی الدین صاحب میں صلاحیت بھی ہے اور صالحیت بھی، علم وتحقیق کا جذبہ بھی ہے اور سعادت مندی وسلامتی فکر بھی، اس سے قبل بھی وہ ''طہارت ونماز کے مسائل'' پر ایک وقیع علمی کام کر چکے ہیں، نیز اس وقت وہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد میں تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں، مجھے امید ہے کہ زیرنظر کتاب اپنے موضوع پر بڑی حد تک ایک جامع کتاب ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کی قبولیت کو عام وتام فرمائے، مجھے ان سے مستقبل میں بھی بڑی توقعات وابستہ ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن سے دین وعلم دین کی خوب خدمت لے اور ہر طرح کی خیر وبرکت سے نوازے۔

محمد رحیم الدین انصاری

۱۷ر صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

رائے گرامی

محترم مولانا غیاث احمد صاحب رشادی زید مجدہم

(مرکزی صدر صفا بیت المال انڈیا)

یوں تو میاں بیوی کے حقوق اور ازدواجی زندگی پر متعدد علماء کرام نے مختلف کتابیں چھوٹی بڑی تحریر کی ہیں، خود احقر نے بھی ایک کتابچہ اس سلسلہ میں بنام میاں بیوی آپس میں کیسے رہیں؟ تحریر کی ہے لیکن کسی بھی موضوع کا حق اسی وقت ادا ہوگا جب کہ اس موضوع سے متعلق ان جزئیات کا بالاستیعاب احاطہ کیا جائے جن سے ایک قاری کو اس کے ذہن میں درپیش سارے ہی سوالات کے جوابات مل سکیں اور وہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد مزید کسی اور کتاب کے مطالعہ کا محتاج نہ رہے۔

جہاں تک میں نے محترم مفتی محمد مکرم محی الدین صاحب کی تازہ ترین تصنیف ''سکون خانہ'' کا مطالعہ کیا ہے میں یہ وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ کتاب اپنے موضوع کا حق ادا کررہی ہے، اس کتاب کی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں دقیق الفاظ کا استعمال نہیں ہوا ہے؛ بلکہ یہ کتاب عام فہم بھی ہے عوام وخواص دونوں یکساں اس کو سمجھ سکتے ہیں، اس قسم کی کتابیں رومن انگلش میں آنی چاہئیں جیسا کہ آج کل اس کا رواج بھی ہے یا انگریزی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ بھی آجانا چاہئے۔

صفا بیت المال کے زیر اہتمام صفا شریعت ہیلپ لائن کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان نزاعی معاملات میں جو کاونسلنگ ہوتی ہے خود اس کتاب کے مصنف اس شعبہ کے رکن ومفتی بھی ہیں، اگر میاں بیوی دونوں نیک نیتی کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کریں تو میں نہیں سمجھتا کہ ان

دونوں (میاں بیوی) میں سے کسی کو دارالقضاء یا دارالافتاء یا کسی کاونسلنگ سنٹر یا شرعی کونسلنگ سے رجوع ہونے کی ضرورت پڑے۔

قابل مبارکباد ہیں مفتی محمد مکرم محی الدین صاحب کہ انہوں نے اس موضوع پر اپنا قیمتی اور مفید ترین قلم اٹھایا اور تشفی بخش کتاب کا وجود بخشا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو درجۂ نافعیت وقبولیت عطا فرمائے، آمین۔

غیاث احمد رشادی

یکے از خدامِ خلق

۱۱ر صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

ابتدائیہ

تقریباً چار پانچ سال کی بات ہے کہ میاں بیوی کے باہمی اختلافات کی ایک مجلسِ مصالحت میں شرکت کا اتفاق ہوا، اس موقع سے ایک مختصر تحریر تیار کی گئی تھی، جس میں میاں بیوی کے مقام ومرتبہ اور ان کے حقوق کا اجمالی انتخاب تھا، پھر اس دوران حیدرآباد کے ایک معروف ومعتبر تعلیمی ورفاہی ادارہ ''صفا بیت المال'' نے شریعت ہیلپ لائن کا آغاز کیا، جس کے تحت ایک دارالافتاء بھی قائم ہے، بندہ بھی اپنے بڑوں کے مشورہ اور اپنے عزیز دوست حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمعبود احمد صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی مخلصانہ تشکیل وپیش رفت کے بعد اس سے وابستہ ہوا، اور بحمد اللہ زبانی وتحریری طور پر مسائل فقہ بیان کرنے کی توفیق ملی، نیز اپنے رفیق گرامی حضرت مولانا مفتی محمد مجاہد خان صاحب زید مجدہ کی بافیض معیت میں میاں بیوی کے باہمی نزاعات کی یکسوئی وحل کا موقع ملا، جس سے بندہ کو علمی فائدہ بھی محسوس ہوا اور اس سے منسلک اپنے تحریری کام کی تکمیل کی تحریک بھی ملی۔

میاں بیوی کے باہمی اختلافات کی سماعت کے دوران تقریباً ہر بار یہ بات صاف محسوس کی گئی کہ میاں بیوی کی باہمی نااتفاقیوں میں کم وبیش دونوں ہی فریق ذمہ دار رہتے ہیں اور اکثر وبیشتر نزاع کی وجوہات بھی کچھ زیادہ پیچیدہ نہیں ہوتیں، بس دیکھتے ہی دیکھتے معمولی چیزیں سنگین شکل اختیار کرجاتیں اور خواہ مخواہ بدگمانیاں اور دوریاں بڑھنے لگتی ہیں، ایسے حالات میں فریقین کی باہمی ضد وہٹ دھرمی اور سرپرستوں کی جذباتیت، جوشِ محبت اور انجام وحالاتِ آئندہ کے تعلق سے معمولی پن کا خیال، معاملہ کو اور زیادہ نازک بنادیتا ہے اور قضیہ حل ہونے کے بجائے یا تو معلق رہ جاتا ہے یا پھر جدائی وفراق کی نوبت آجاتی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ میاں بیوی

سے جب حدود اللہ کا قیام مشکل ہوجائے تو خود شریعت نے علیحدگی وفراق کی راہ رکھی ہے، مگر اسے ہر چھوٹے بڑے جھگڑے کا واحد علاج سمجھ لینا مناسب بات نہیں۔

بارہا یہ بھی دیکھا گیا کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے سے شکایت ایسی چیزوں میں ہوتی ہے جو شرعاً وقانوناً ان پر بالکل بھی لازم نہیں، بلکہ صرف اخلاقیات سے ان کا تعلق ہے، مثلاً بیوی کو شوہر سے شکایت ہے کہ وہ اس کے مائیکہ والوں کا لحاظ نہیں کرتا، ان سے بار بار ملاقات کرنے اور ان کے یہاں لانے لیجانے کا فریضہ انجام نہیں دیتا، گھریلو کام کاج میں ہاتھ نہیں بٹاتا، وقت بے وقت عمدہ لباس وپوشاک، اچھے کھانے وموسمی پھل فراہم نہیں کرتا، جیب خرچ نہیں دیتا، بیوی کے غصہ وجذبات کا خیال نہیں رکھتا، وغیرہ وغیرہ شوہر کو اپنی بیوی سے یہ شکایت ہوتی ہے کہ وہ اس کی اور اس کے رشتہ داروں کی خدمت نہیں کرتی، وقت پر کھانا پکا کر نہیں دیتی، گھر کی صفائی ستھرائی جاروب کشی نہیں کرتی، کپڑے نہیں دھوتی، گھریلو کام کاج اور اولاد کی خدمت کے لیے ملازمہ کا تقاضا کرتی ہے، شوہر کی راحت وآرام کا خیال نہیں کرتی، شوہر کے مزاج ومذاق کا لحاظ نہیں رکھتی، محبت وتعلق کا اظہار نہیں کرتی، خوبیوں کا اعتراف نہیں کرتی وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر ہے ان باتوں کو لے کر تُو تُو مَیں مَیں کرنا اور میاں بیوی کے مقدس رشتے میں تلخیاں پیدا کر لینا جہالت اور ایک دوسرے کے حقوق سے ناواقفیت کی دلیل ہے، زوجین کو جب معلوم ہوگا کہ لازمی حقوق کیا ہیں اور غیر لازمی کون سے ہیں؟ تو ایک دوسرے سے شکایت کے مواقع کم ہوجائیں گے اور غیر لازمی حقوق کی ادائیگی پر دونوں ایک دوسرے کے احسان مند ہوں گے اور عدم ادائیگی پر اعتراض ومطالبے پیدا نہ ہوں گے، ایسے ہی میاں بیوی کو جب ازدواجی زندگی کے تعلق سے نبوی ہدایات اور خود اسوۂ نبوی کا علم ہوگا تو تعلقات میں روکھے پن کے بجائے محبت کی حلاوت اور مہربانی وہمدردی کی مضبوط وخوشگوار بنیادیں قائم ہوں گی اور یہی اس رشتے کا عروج اور آیۃ من آیات اللہ ہے، خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تا کہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی، اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

عرصہ سے بندہ اس سلسلہ میں مواد اکٹھا کر رہا تھا، کوشش یہ تھی کہ اپنی بات اس میں نہ ہو بلکہ جو بھی ہو وہ آیات واحادیث ہوں، اقوالِ سلف، نقولِ فقہاء اور اکابر کی سبق آموز حکایات ہوں، کتاب میں اولاً میاں بیوی کے مقام ومرتبہ کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں اجاگر کیا گیا، بعدازاں ایک دوسرے کے حقوق کو بیان کیا گیا، ہر ایک کے حقوق کی تین قسمیں کی گئیں، قانونی، واجبی، اخلاقی، تاکہ قارئین کو فرقِ مراتب اور اس تعلق سے مدارجِ احکام معلوم ہوں، واجبی اور اخلاقی حقوق کے درمیان حدّ فاصل قائم کرنا آسان نہیں، بندہ نے اپنے فہم سے یہ تقسیم کی ہے، ممکن ہے کسی صاحبِ نظر کو کوئی شکل ان دونوں میں سے کسی کے تحت شامل کرنا زیادہ مناسب معلوم ہو رہا ہو اور یہاں ایسا نہ ہو تو بندہ اس پر پیشگی معذرت خواہ ہے، تاہم اتنی بات طئے ہے کہ ان دونوں قسم کے حقوق کا تعلق نکاح کے قانونی ولازمی حقوق میں سے نہیں ہے، آیاتِ قرآنی کا ترجمہ زیادہ تر توضیح القرآن اور کہیں کہیں دیگر مستند تراجم سے ماخوذ ہے، احادیث کا ترجمہ مفہومی انداز کا کیا گیا ہے، باقی عربی نصوص ونقول کی ترجمانی سہل انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، میاں بیوی کے حقوق میں ایک اہم بلکہ بنیادی حق، حقِ صحبت بھی ہے، موجودہ دور میں اس حوالے سے بھی بڑے تشویشناک قسم کے معاشرتی مسائل کھڑے ہو رہے ہیں، اس لیے ناگزیر طور پر اس کی تفصیلات بھی قلمبند کردی گئی ہیں، دیگر مصروفیات اور اپنی کوتاہی کے سبب بڑی تاخیر کے ساتھ یہ کام اس نتیجہ کو پہونچا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اس کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اس کے نفع کو عام وتام فرمائے۔

اس موقع پر بندہ اپنے استاذ ومرشد عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد جمال الرحمٰن صاحب مدظلہم العالی کا نہایت ممنون کرم ہے کہ حضرت والا نے اپنی گراں قدر تحریر ودعائیہ کلمات عنایت فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی، استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم کی شفقتیں وہدایتیں بندے پر اس وقت سے ہیں جب سے کہ وہ تصنیف وتالیف کا قلمی سفر شروع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، حضرت الاستاذ نے بندہ کے اس رسالہ پر بھی نظرِ تحقیق فرمائی اور قیمتی تحریر

عنایت فرما کر اس کی قدر و قیمت میں اضافہ فرمایا، صاحب تصانیف ورسائل کثیرہ حضرت مولانا غیاث احمد رشادی صاحب زید مجدہم کا بھی مشکور ہے کہ آنمحترم نے اپنے تأثرات عنایت فرما کر اس رسالہ کو زینت بخشی، ناظم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد جناب مولانا محمد رحیم الدین انصاری صاحب زید مجدہم کے بندہ پر طالب علمی کے دور ہی سے عنایتیں ہیں، بعدازاں تدریسی خدمت کا موقع اور سرِ دست رسالہ ہذا پر اپنے وقیع تأثرات عنایت فرما کر حضرت موصوف نے مزید احسان فرمایا، والد بزرگوار جناب محمد مظہر محی الدین صاحب مدظلہم العالی بندہ کے ہر اعتبار سے سرپرست ومربی ہیں، آنجناب ہی کا فیض وعنایت ہوتا ہے کہ بندہ کے تحریری کام نہ صرف ترتیب پاتے ہیں بلکہ اشاعت پذیر بھی ہوتے ہیں، یہاں بندہ اپنے جملہ خاندانی بزرگان، اساتذہ اور شہر کے اکابر علماء کا بھی بہت ممنون ومشکور ہے کہ ان حضرات وبزرگوں کی مسلسل ہمت افزائیاں ومہربانیاں بندہ کے شامل حال رہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ کو عنداللہ وعندالناس مقبول فرمائے، آمین۔

محمد مکرم محی الدین غفرلہ
۱۷؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

رشتۂ ازدواج کا تقدس ونزاکت

نوعِ انسانی کا پھیلاؤ، میاں بیوی کے باہمی رشتہ سے ہوا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک ؛ جملہ انبیاء کرام نے اس کو اپنایا ہے؛ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں اور انہیں بیوی بچے بھی عطا فرمائے۔(الرعد:۳۸) نبی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں:(۱) حیاء (۲) عطر (۳) مسواک (۴) نکاح۔(ترمذی : باب ما جاء فی فضل التزوج:۱۰۸۰)

جب میدانِ حشر قائم ہوگا تو پہلا جھگڑا و معاملہ، میاں بیوی کا پیش ہوگا اور سب سے پہلے ان کے آپسی معاملات ونزاعات کی یکسوئی کی جائے گی، اس وقت زبانوں پر مہر لگ جائے گی، عورت کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ شوہر کے ساتھ اس کا کیا سلوک تھا؟ مرد کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ بیوی کے ساتھ اس کا کیا برتاؤ تھا؟ وہاں روپیہ پیسہ تو ہوگا نہیں؛ لامحالہ ظلم کے بدلے نیکیوں کو دینا پڑے گا، بلکہ مظلوم کے گناہوں کو بھی اپنے اوپر لینے کی نوبت آسکتی ہے۔ (اللہ کی پناہ)(المعجم الکبیر للطبرانی :۳۹۶۹، عطا بن یزید اللیثی عن أبی ایوب / سند لا بأس به / التفسیر المظهری :سورۃ الزمر:۳۱)

شارحینِ حدیث فرماتے ہیں: حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا؛ حقوق العباد میں قتل کے مقدمات کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا اور آپسی جھگڑوں میں سب سے پہلے میاں بیوی پھر پڑوسیوں کے معاملات کو نمٹایا جائے گا۔(مرقاۃ المفاتیح :باب الشفقة والرحمة علی الخلق :۵۰۰۰)۔(ولعل الأولیة اضافیة : روح المعانی، سورۃ الزمر:۳۱) اس لحاظ سے یہ رشتہ غیر معمولی تقدس، اولیت اور ذمہ داری کا حامل ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ مرد کے مقابلہ میں، عورت جسمانی وذہنی لحاظ سے کمزور ہوتی ہے، خاندانی نظام کی باگ ڈور، اس کے حوالے کرنے میں کئی ایک خرابیوں کا پیدا ہونا یقینی تھا، اس لیے شریعت نے یہ اعزاز ومنصب اس کو نہیں دیا، بلکہ بالا دستی مرد کو عطا کی اور یہ ایک فطری اور انتظامی چیز ہے، اس سے مرد کو یہ حق نہیں مل جاتا کہ وہ جیسے چاہے عورت کے ساتھ برتاؤ رکھے اور اس پر ظلم وستم ڈھائے ؛ ٹھیک جس طرح کوئی آدمی مسلمانوں کا حاکم بن جائے تو حکومت کے نشہ میں آ کر، اسے رعایا پر جو چاہے کرنے کا اختیار نہیں مل جاتا۔

مگر افسوس کہ غلط سوچ نے یہاں اپنی کاروائیاں دکھائیں اور عورت کے معاملہ میں، مرد نے خواہ مخواہ اپنے آپ کو قانون وشریعت سے بھی بالاتر سمجھ لیا، اِدھر عورتوں نے بھی شریعت کی حکمت کو نہیں سمجھا اور آزادیٔ نسواں کے پرفریب نعروں میں آ کر مرد کی قوامیت وفضیلت اور اس کے نگرانِ اعلی ہونے کا انکار کر دیا اور اپنے صنفی وظائف کو بھی پس پشت ڈال دیا۔

اس دوطرفہ فساد و بگاڑ کا جو نتیجہ ہونا تھا وہ ہوا، خاندانی نظام بکھر گیا؛ میاں بیوی، ماں باپ، بیٹا بیٹی، بھائی بہن کے رشتوں کا ادب واحترام پامال ہوا؛ خاندانوں میں آگ لگ گئی؛ نسلیں تباہ وآوارہ ہوگئیں، گھر گھر جہنم تیار ہوئی اور شادی، خانہ آبادی کے بجائے خانہ بربادی کا عنوان ہو کر رہ گئی۔

اس خصوص میں ضروری معلوم ہوا کہ ذیل میں میاں بیوی کا مقام ومرتبہ اور ان کے حقوق ومتعلقات کو قرآن وحدیث، اور فقہ کی روشنی میں کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے تا کہ اس سے رہنمائی حاصل کر کے ہم اپنے معاشرتی نظام کو سدھاریں اور اپنے گھرانوں کو اجاڑنے سے بچائیں؛ وما توفیقی الا باللہ!

شوہر کا مقام شریعت کی نظر میں

آیاتِ قرآنیہ سے

آیتِ اول: ارشادِ خداوندی ہے: مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیوں کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور کیوں کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں، چنانچہ نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔ (توضیح القرآن : النساء : ٣٤)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: شوہر کو بیوی کا نگران کرنا اور بیوی کو شوہر کا ماتحت بنانا (دو اسباب کی بناء پر) ضروری ہے، جو نہایت واضح ہیں: (الف) تقاضائے فطرت: کیوں کہ شوہر عقل و فہم میں کامل ہوتا ہے، تدبر و انتظام کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ (ب) مالی ذمہ داری: کیوں کہ وہی بیوی کے نان و نفقہ کا بندوبست کرتا ہے۔ (حجة الله البالغة ٢/ ٣٥٥)

آیتِ دوم: ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے: عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں، جیسے (مردوں کو) ان پر حاصل ہیں، ہاں مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت ہے، اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (البقرة:٢٢٨۔ توضیح القرآن ،ص:١١٢)

علامہ ابنِ قدامہؒ نقل فرماتے ہیں کہ یہاں مرد اور عورت کے حقوق میں یکسانیت سے مراد یہ ہے کہ

(الف) زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے حق کو ادا کرے، اس سلسلہ میں ٹال مٹول سے کام نہ لے۔

(ب) باہم حقوق کی ادائیگی ناگواری و ناپسندیدگی سے نہ ہو؛ بلکہ خوش مزاجی وخوش روئی سے ہو۔

(ج) حقوق کی ادائیگی پر زوجین میں سے کوئی بھی ایک دوسرے پر احسان جتلا کر تکلیف دینے کا معاملہ نہ کرے۔

(د) ہر ایک دوسرے کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کرے، نرمی سے کام لے اور ناگوار چیزوں کا تحمل کرے۔ (المغنی لابن قدامه: کتاب عشرة النساء والخلع ۷/۲۹۳)

احادیثِ نبویہ سے

حدیثِ اول: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو ضرور عورت کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔
(ترمذی / باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة: ۱۱۹٤۔حسن صحیح۔البانی)

حدیثِ دوم: حضرت عثمانؓ کی اہلیہ یعنی صاحبزادئ رسول، ایک دفعہ خدمتِ اقدس میں اپنے شوہر کی کوئی شکایت لے کر آئی، تو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں یہ نصیحت فرمائی: پیاری بیٹی! اپنے شوہر کے پاس اور اپنے گھر لوٹ جا، ایسی عورت اپنے شوہر کی نیک بیوی نہیں کہلاتی، جو اس کی چاہت کے مطابق کام نہ کرے، اور اس کے سامنے برا بھلا کہے، اور اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو یہ حکم کرے کہ وہ سیاہ پہاڑ سے پتھر اٹھا کر سرخ پہاڑ کی طرف، یا سرخ پہاڑ سے پتھر اٹھا کر سیاہ پہاڑ کی طرف منتقل کرے، تب بھی اس کو ایسا کرنا ہوگا۔(مصنف ابن ابی شیبه :ماحق الزوج علی امرأته: ۱۷۱۳٤ - شعب الایمان ، حقوق الاولاد والاهلین :۸۳٦۲۔ ادب النساء / باب ماجاء فی حق الرجل علی المرأة :۱۹۷) (هذا اسناد رجاله محتج بهم فی الصحیح الا علی بن زید بن جدعان وهو مختلف فیه :اتحاف الخیرة المهرة :باب ترغیب الزوج فی الوفاء بحق زوجته :۳۲۰۳- مصباح الزجاجة / باب حق الزوج علی المرأة:٦٦۲، جواهر شریعت۳/۱۲٦، کنز العمال حصّۂ شانزدهم: ٤٤۷۷٥ باهتمام: مفتی احسان الله شائق معین مفتی جامعة الرشید کراچی)

حدیثِ سوم: ایک خاتون سے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے شوہر کے ساتھ سنبھل کے رہنا کیوں کہ وہی تیری جنت یا تیری دوزخ ہے۔(نسائی : طاعة المرأة زوجها: ٨٩١٣۔اسناده جيد:الفروع وتصحيح الفروع للمقدسي الراميني الحنبلي المتوفى ٧٦٣ھ ٨/٤١٣ حسن صحيح الجامع الصغير للالباني:حرف الالف:١٥٠٩)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: جو عورت اپنے شوہر کے سامنے منھ بگاڑ کر رہے تو وہ اپنی قبر سے اس حالت میں کھڑی ہوگی کہ چہرہ سیاہ ہوگا اور جنت کی صورت بھی نہیں دیکھے گی۔
(الموسوعة الفقهية ٤٠/٢٩٦)

حدیثِ چہارم: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیوی پر شوہر کا حق اتنا زیادہ ہے کہ اگر بالفرض شوہر کو کوئی پھوڑا ہو اور عورت اپنی زبان سے صاف کرے یا اس کی ناک خون اور پیپ سے بدبودار ہوگئی ہو اور عورت اس رطوبت کو نگل لی ہو تب بھی اس نے شوہر کا مکمل حق ادا نہیں کیا۔(مسند البزار:٨٦٣٤۔رجاله رجال الصحيح : نيل الاوطار/ باب احسان العشرة ٦/٢٤٧)

حدیثِ پنجم: حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! عورت پر کس کا حق سب سے زیادہ ہے؟ فرمایا: اس کے شوہر کا! عرض کیا: مردوں پر کس کا حق سب سے زیادہ ہے؟ ارشاد فرمایا: اس کی ماں کا۔(مستدرك حاكم : كتاب البر والصلة ٧٣٣٨۔ هذا حديث صحيح الاسناد)

حدیثِ ششم: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: اے عورتو! اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے مردوں کا تم پر کیا حق ہے تو تم اپنے شوہر کے قدموں کی غبار و دھول کو اپنے گالوں سے صاف کروگی۔(مصنف ابن ابي شيبه: ما حق الزوج على امراته:١٧١٢٩)

علامہ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں: عورت پر اللہ اور اس کے رسول کے حق کے بعد کوئی اور حق، شوہر کے حق سے زیادہ اہم اور ضروری نہیں ہے۔

(مجموع الفتاوىٰ ٣/١٤٥۔ دارالكتب العلميه ١٤٠٨ھ ۔١٩٨٧ء)

حدیثِ ہفتم: حضرت انسؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر عورت سے قیامت کے دن اوّلاً اس کی نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا پھر شوہر کے ساتھ اس کے رویہ و برتاؤ کے بارے میں سوال ہوگا۔(کنز العمال : الباب السادس فی ترهيبات وترغيبات تختص بالنساء : ٤٥٠٩٤)

حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے: شوہر؛ باپ کا حق مار گیا۔(أدب النساء لعبد الملك بن حبيب :باب مايكره للنساء من اتخاذ القصص:٢٠٨) چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عورت پر اس کے والدین کی بنسبت شوہر کے حقوق زیادہ ہیں۔(فتاوی رحیمیه ١٨٩/٣۔ حقوق ومعاشرت) تاہم علی قدرِ مراتب؛ دونوں کی اطاعت ضروری ہے، جو امور شوہر کے حق سے متعلق ہیں، ان میں شوہر کی اطاعت ضروری ہے اور جو امور والدین کی خدمت وراحت سے متعلق ہیں، ان میں والدین کی اطاعت لازم ہے؛ یہ نہیں کہ ایک کی وجہ سے دوسرے کے حقوق ادا نہ کرے، کیوں کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت درست نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: مسائل حقوق الزوجين ٤١٧/٨)

شوہر کا ظلم سہنا

بیوی کو اخلاقی تعلیم یہ ہے کہ شوہر کے ظلم وزیادتی کو برداشت کرے اور حسنِ سلوک کا برتاؤ رکھے۔(ذکر استحباب تحمل المكاره للمرأةعن زوجها: صحيح ابن حبان :٤١٦٤)حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کسی ایسے فردِ بشر کو آنے کی اجازت دے جس کا آنا، شوہر کو ناپسند ہو اور وہ خود اپنے شوہر کے گھر سے اس وقت باہر نہ نکلے، جب کہ اس کا نکلنا شوہر کو ناگوار لگ رہا ہو، نیز شوہر کے معاملہ میں کسی اور کی بات نہ مانے، نہ اس کو غصہ دلائے اور بھڑکائے، نہ اس کے بستر سے علاحدہ ہو، نہ اس سے مار پیٹ کرے، نہ اس سے قطعِ تعلق کرے، اگرچہ شوہر کا ظلم بیوی سے زیادہ ہو۔(رواہ الطبرانی باسنادین ورجال أحدهما ثقات: مجمع الزوائد : ما حق الزوج على المرأة:٧٦٦٥)

حضرت معاذؓ سے ایک اور روایت ہے: نبیﷺ کے ارشادِ گرامی کا مفہوم ہے: کسی عورت کے لیے، اپنے شوہر کے گھر کی چیز؛ بلا اجازت لینا حلال نہیں ہے، شوہر کی ناگواری کی حالت میں لینا بھی حلال نہیں؛ شوہر کو ناراض رکھ کر بے اجازت گھر سے باہر نہ نکلے، جب تک ساتھ رہے کسی اور کی حرص نہ کرے، اس کو غصہ نہ دلائے، اس کے بستر سے علیحدہ نہ ہو، اس سے مار پیٹ نہ کرے، اگر چہ ظلم شوہر کا زیادہ ہو، وہ اس کو پھر بھی منائے، اگر وہ مان جائے تو بہت خوب، اللہ نے بھی اس کا عذر قبول کر لیا، اس کی حجت وتدبیر کو کارگر فرما دیا اور اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا، اور اگر شوہر مانے نہیں تو ایسی عورت معذور ہے؛ ہاں اگر وہ اپنی طرف سے معافی تلافی کی کوئی کوشش نہ کرے بلکہ قطع تعلق پر خوش رہے، یہاں تک کہ تین راتیں اسی حالت میں گزر جائیں یا شوہر کی اجازت کے بغیر (کسی کو) اجازت دے دے، یا اس کی اجازت کے بغیر باپ یا کسی اور سے ملاقات کے لیے چلی آئے ......اس کے معاملہ میں باپ یا بیٹے کی اطاعت کرے یا اس سے بستر علیحدہ کر لے یا اس کو بھڑکائے تو اس کے نامۂ اعمال میں تین ایسے بڑے گناہ لکھ لیے جائیں گے، جو اس نے نہیں کیا؛ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا، جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کرنے کا، سود کھانے کا......ایسی عورت پر شیطان مسلط ہو گیا؛ جس کی بنا پر وہ دوزخی ہوگی۔(المطالب العالیه: باب ادخال المرأة على زوجها:١٦٧٢۔ هذا اسناد ضعيف لضعف سفيان بن وكيع اتحاف الخيرة: باب الترغيب فى الزواج:٣٢١٣)

حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسولﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو جنتی عورتوں کی خبر نہ دوں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: ضرور دیں! ارشاد فرمایا: شوہر سے محبت کرنے والی، بچے والی، راحت ونفع پہونچانے والی وہ عورت کہ جس پر شوہر نے کوئی غصہ کیا ہو تو (بجائے بگڑنے کے) وہ اپنے شوہر سے یوں کہے: جب تک آپ خوش نہ ہو جائیں میں سوؤں گی نہیں۔(فیض القدير : حرف الهمزة:٤٣٦٩۔ حسن البانیؒ)

ایک عورت نے اللہ کے رسولﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بیوی پر شوہر کا کیا

حق ہے؟ ارشاد فرمایا: جب وہ ناراض ہو تو اس کو راضی کرے، کسی نے کہا: اگر چہ شوہر ظالم ہو؟ ارشاد فرمایا: اگر چہ شوہر ظالم ہو۔ (الأثار لأبی یوسف: باب الغزو الجیش : ۹۱۰) ایسی عورت کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی بشارت سنائی ہے: فرمایا: جو عورت اپنے شوہر کی بداخلاقی پر صبر کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو فرعون کی بیوی؛ حضرت آسیہؓ کے برابر ثواب عطا فرماتے ہیں۔

(احیاء علوم الدین ۲/۴۳۔کتاب آداب النکاح)

شوہر کو برداشت کرنے کی اسلاف کی نصیحتیں

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت زبیرؓ کے نکاح میں تھیں، حضرت زبیرؓ ان پر تشدد کیا کرتے تھے، وہ اپنے والد گرامی کے پاس آکر اپنے شوہر کی شکایت کرتی تو حضرت صدیق اکبرؓ یہی فرماتے کہ بیٹی صبر سے کام لو کیوں کہ جب کسی عورت کا نیک خاوند ہو اور وہ اس کے ساتھ زندگی بسر کرتی رہے پھر خاوند کو موت آجائے اور یہ عورت اس کے بعد کسی سے شادی نہ کرے تو دونوں جنت میں جمع ہو جائیں گے۔ (الطبقات الکبری اسماء بنت ابی بکر ۸/۱۹۷) حضرت علیؓ کی بیٹی عبداللہ بن سفیان کے نکاح میں تھیں، بسا اوقات عبداللہ انھیں مارتے تو وہ اپنے بھائی حسن بن علیؓ کے پاس ایسی حالت میں شکایت لے کر آتیں کہ مار کی وجہ سے ان کی ریشمی قمیص ان کے بدن پر چمٹی ہوئی ہوتی، لیکن اس کے باوجود حضرت حسنؓ ان کو قسم دے کر فرماتے کہ اپنے شوہر کے گھر واپس جاؤ۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال: باب موعظة الرجل ابنته ۷/۳۱۰)

عبدالملک بن حبیب اندلسیؒ، مالکی مذہب کے محقق علماء میں سے ہیں، امام مالک کے کبارِ اصحاب سے انھوں نے استفادہ کیا، اونچے درجہ کے فقیہ و مفتی، نحوی و ادیب، خطیب وطبیب اور شاعر و مورخ تھے، البتہ فنِ حدیث میں کچھ زیادہ قابلِ اعتماد نہ تھے، حلقۂ درس نہایت وسیع تھا، عام لوگوں کے علاوہ امراءِ سلطنت وشہزادے بھی شریک ہوا کرتے تھے، جامع مسجد سے جب باہر نکلتے تو تین سو کے آس پاس شاگرد پیچھے پیچھے ہوتے، ایک ہزار سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کیں، اپنی کتابوں اور موطا امام مالک کا درس دیتے تھے، اندلس کے بیشتر فقہاء وشعراء نے آپ سے کسب

فیض کیا، ۲۳۸ھ میں وفات ہوئی اور حضرت ام سلمہؓ کی قبر مبارک کے پاس مدفون ہوئے، وفات کی خبر سُن کر علامہ سحنون مالکیؒ نے کہا تھا: عالمِ اندلس بلکہ بخدا عالمِ دنیا گذر گیا۔

(لسان المیزان ٥/ ٢٥٥۔الدیباج المذهب ٢/ ١٥۔ الاعلام للزرکلی ٤/ ١٥٦)

وہ امام مالکؒ کی بیٹی کی شادی کی رخصتی کی خبر سناتے ہیں:

امام مالکؒ نے اپنی بیٹی کو شوہر کے انتخاب کی آزادی دی تو انہوں نے ایک ایسے شہزادہ کا انتخاب کیا، جو تاج وتخت کو ٹھکرا کر زہد وتقوی اختیار کر چکا تھا، جب لڑکی کی رخصتی کا موقع آیا تو اس کی تینوں بہنیں اور انّا اس کے پاس آئیں، اور قیمتی نصیحتوں کی سوغات اس کے نذر کیں۔

انّا بولیں: پیاری بیٹی! جو انسان اپنے نور فراست سے اپنی بھلائی کے راستے کو نہ دیکھے اور نقصاندہ چیزوں کو پہچان کر ان سے اجتناب نہ کرے، وہ نادانی میں زہر کھانے والے کی طرح ہے، پیاری بیٹی! اگر عورت کو شوہر والی زندگی گزارنا ہو تو پانچ عادتوں کو اختیار کرنا ناگزیر ہے:

۱) خاوند سے غائبانہ محبت رکھنا؛ کیوں کہ دل بھی بولتے اور گواہی دیتے ہیں۔

۲) خاوند کی خوب اطاعت کرنا؛ کیوں کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

۳) اعتدال کا دامن تھامے رکھنا؛ کیوں کہ اس سے نشانۂ ملامت بننے سے حفاظت رہتی ہے اور محبت کا حسن برقرار رہتا ہے۔

۴) پاکی وصفائی کا خیال رکھنا؛ کیوں کہ یہ شوہر کی خواہش ومیلان کی کلید ہے۔

۵) عفت وپاکدامنی کے ساتھ رہنا کہ یہ خیر کا سرچشمہ ہے۔

بیٹی! عقل سے کام لینا اور میری اس نصیحت سے فائدہ اٹھانا۔

پہلی بہن بولیں: پیاری بہن! پہلے تو مالک تھی، اب تو مملوکہ بن گئی، پہلے تیرا حکم چلتا تھا اب تو کسی کے زیرِ حکم ہوگئی، پہلے تو صاحبِ اختیار تھی اب کسی کی ماتحت ہوگئی، دیکھ بہن یاد رکھنا! عورت کی بہار اس کے شوہر کے دم سے ہے، جیسے درخت کی رونق اس کی ٹہنیوں اور ڈالیوں سے ہوتی ہے، اپنے شوہر کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس کو تنگ کر کے رکھ دے اور نہ اس قدر چمٹالو پن کا

مظاہرہ کرنا کہ اس کو بیزار کردے، اس کی بیہودہ گوئی اور بد خلقی کو نظر انداز کر دینا، سنجیدگی میں جن باتوں سے وہ ناراض ہوتا ہے، مذاق میں بھی ان کو زبان پر نہ لانا، اس کے احکام کی چہار دیواری میں اپنے آپ کو محصور رکھنا اور دیکھ! پانی سے صفائی ستھرائی کا اہتمام رکھنا، یہ تیری خوشبو کا راز ہے اور اس کے دل میں جگہ بنانے کا اعلی ترین ذریعہ اس کی اطاعت ہے اور تیرا اپنا ہتھیار پاکدامنی اور پاک بازی ہے اور ہاں اس کو اس کے کسی عمل کے سبب غیرت نہ دلانا اور نہ اس پر اپنی کسی نیکی وخوبی کا احسان جتلانا، خلاصہ یہ ہے کہ اس کی باندی بن جانا، وہ خود بخود تیرا غلام وگرویدہ بن جائے گا۔

دوسری بہن نے کہا:

پیاری بہن! اپنے شوہر کو دل وجان سے اپنا نگران بنا دینا اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی باگ اس کے حوالے کر دینا، اس کی پسند کو اپنی پسند بنانا اور اس کی ناپسند کو اپنی ناپسند بنا کر اس سے بچنا، صفائی ستھرائی کے ساتھ اس کا سامنا کرنا، عفت وپاکدامنی سے اس کو اسیر کر لینا، میانہ روی کے ذریعہ اس کا اعتماد حاصل کر لینا اور پیار ومحبت کے ذریعہ اس کے دل کی دھڑکن بن جانا۔

اے بہن! واقعہ یہ ہے کہ عورت کی عزت اس کے شوہر سے قائم ہے، جیسے بہادر کی شان اس کے ہتھیار سے۔

تیسری بہن نے کہا:

پیاری بہن! یاد رکھنا تم اب تک اپنے آپ کی مالک تھیں؛ مگر اب تم اپنے آپ کو شوہر کی غلامی میں دے رہی ہو، حقیقت یہ ہے کہ عورت کی زندگی اس کے شوہر سے ہے، جیسے مچھلی کی حیات پانی سے ہے، پیاری بہن! شوہر پہ اپنے احسان کو نہایت معمولی سمجھنا؛ کیوں کہ وہ دراصل تیرا خود پہ احسان کرنا ہے اور ہاں شوہر نے تجھ پر جو احسان کیے ہیں اس کو عظیم الشان سمجھنا؛ کیوں کہ یہ شوہر کی عنایات میں اضافہ کا باعث ہے، اپنے شوہر کے واسطے ایسے مستعد وتیار رہنا جیسے تیرے اوپر اس کے کسی نگران کار کے مقرر ہونے کی صورت میں ہوتا ہے، اور دیکھ! عاجزی کے ساتھ اس کے ساتھ زندگی گزارنا، اس کے سامنے ہمیشہ سچ بولنے کو اپنا زیور بنا لینا، طہارت وپاکیزگی کے ساتھ اس کے

آگے مزین رہنا، فرمانبرداری اور پاکدامنی کے ذریعہ اس کے شک وغلط برتاؤ سے اپنے آپ کو بچانا، اعتدال کی راہ کو ہر حالت میں اپنائے رکھنا۔

اخیر میں دلہن نے کہا: آپ تمام کی نصیحتوں کا بہت بہت شکریہ! میں ان پر عمل کروں گی، باقی توفیق ومدد تو اللہ ہی کرنے والا ہے۔(ادب النساء:٤٦، باب: ما ينبغي للمرأة أن تصفه فيما بينها وبين زوجها)

بیوی کا مقام شریعت کی نظر میں

آیاتِ قرآنیہ سے

آیتِ اول: ارشادِ خداوندی ہے: عورتوں کے ساتھ (معروف) بھلے انداز میں زندگی بسر کرو اور اگر تم انھیں پسند نہ کرتے ہو تو یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔ (النساء: ۱۹۔ توضیح القرآن)

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں: میاں بیوی کا باہم معروف طریقے سے رہنا یہ ہے کہ ناگوار و نامناسب چیزوں سے اجتناب کریں؛ ہر ایک دوسرے کے حقوق خوش دلی سے ادا کرے، صاحبِ حق کو اپنے حقوق کے مطالبہ کی زحمت و تکلیف سے بچائے؛ جو اس میں کوتاہی کرے وہ ظالم ٹھہرے گا؛ کیوں کہ ظلم کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ حقدار کو اس کا حق دینے میں ٹال مٹول کرے؛ عورت کے ساتھ معروف معاشرت کا اقل درجہ یہ ہے کہ اللہ نے شوہر پر بیوی کا جو نفقہ کپڑا فرض کیا ہے؛ وہ ادا کرے اور بیوی سے لاپرواہی ترک کرے۔ (تفسیر الامام الشافعی ۱/۳۵۶۔ دار التدمرية ۔ المملكة العربية ۱۴۲۷۔۲۰۰۶ء) (السنن الكبرىٰ للبيهقي: كتاب القسم: النشوز ۷/۴۷۵)

امام ابوبکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں: معروف معاشرت یہ بھی ہے کہ مرد؛ عورت کا مہر، نفقہ، شب باشی کی باری ادا کرے؛ سخت کلامی سے اس کو تکلیف دینا چھوڑ دے؛ ایک سے لاتعلق ہو کر دوسری کی طرف نہ جھکے؛ بے سبب منھ بسور کر نہ رہے۔ (احکام القرآن : النساء: ۱۹)

قاضی ابوبکر ابن العربیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے معاشرت بالمعروف کا حکم دے کر یہ چاہا کہ زوجین کے درمیان محبت و تعلق اور مصاحبت کامل و مکمل طور پر ہو؛ تاکہ ازدواجی زندگی پر

سکون رہے؛ نگاہیں ٹھنڈی رہیں اور گزر بسر خوشگوار ہو اور یہ چیز مردوں پر دیانۃً واجب ہے؛ گو قانوناً اس پر گرفت نہیں ؛ ہاں اگر لوگوں کی معاشرت خراب ہوگئی ہو تو وہاں شرط اور حلف و پیمان کے ذریعہ ؛ قانونی وزن پیدا کیا جا سکتا ہے۔(أحكام القرآن لابن العربیؒ:مسألة معنىٰ قوله تعالىٰ وعاشروهن بالمعروف ١/٤٦٨)

آیتِ ثانی: ارشادِ ربانی ہے: اور انھیں تنگ کرنے کے لیے انھیں ستاؤ نہیں۔ (الطلاق :٦)

آیتِ مذکورہ طلاق شدہ عورت کے معاملہ میں ہے؛ علامہ اسماعیل حقیؒ فرماتے ہیں: اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے بیوی کے سابقہ حقوق کا لحاظ رکھنے اور اس کے ساتھ ہمدردی و مہربانی کرنے پر ابھارا ہے ؛ آدمی اپنی مطلقہ کو بھی زمانۂ عدت کا معقول نفقہ و سکنیٰ دے تاکہ وہ اپنی آئندہ زندگی کے تعلق سے بسہولت کوئی لائحۂ عمل طے کرلے۔(روح البيان : الطلاق :٦)

آیتِ ثالث: ارشاد خداوندی ہے: اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو نیز...... قریب والے پڑوسی ؛ دور رہنے والے پڑوسی اور اپنے ساتھ رہنے والے کے ساتھ (النساء:٣٦)

حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و حضرت معاذؓ فرماتے ہیں: ساتھ رہنے والے سے مراد بیوی ہے۔(التفسير السمرقندی: النساء :٣٦۔التفسير القرطبی:النساء :٣٦) حضرت جابرؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں: بعض پڑوسیوں کا صرف ایک حق ہوتا ہے ؛ بعض کے دو اور بعض کے تین ؛ اجنبی مشرک پڑوسی کا صرف ایک حق ہوتا ہے یعنی حقِ ہمسایہ ؛ مسلمان اجنبی پڑوسی کے دو حق ہوتے ہیں: حق اسلام اور حق ہمسایہ اور مسلمان قرابت دار پڑوسی کے تین حق ہوتے ہیں: حق اسلام ؛ حقِ ہمسایہ اور حقِ قرابت ۔(مسند الشاميين للطبرانی:٢٤٥٨۔ وقد روى هذا الحديث من وجوه أخر متصلة و مرسلة ولا تخلوكلها من مقال ۔ جامع العلوم و الحكم الحديث الخامس عشر ١/٣٨١)

علامہ مناویؒ فرماتے ہیں: تیسری قسم کا اولین مصداق اور سلوکِ ہمسائیگی کی سب سے زیادہ حقدار ؛ بیوی ہے۔(فيض القدير:فصل فى المحلى بأل من هذا الحر ف أى حرف الجيم: ٣٦٥٦)

احادیثِ نبویہ سے

حدیثِ اول: حجۃ الوداع کے موقع سے اللہ کے رسول ﷺ نے عرفات کے میدان میں تاریخی خطاب فرمایا تھا: اس کا ایک حصہ یہ ہے: عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو! کیوں کہ تم نے ان کو اللہ کی امانت سے یعنی اللہ سے نرمی اور حسنِ معاشرت کا عہد و پیمان کر کے لیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلمہ (حکم) کے ذریعہ حلال کیا ہے۔ (مسلم حجة النبی ﷺ:۱۲۱۸۔مرقاة المفاتیح:باب قصة حجة الوداع:۲۵۵۵)

حدیثِ دوم: حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ہم نزع کے وقت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس موجود تھے؛ اللہ کے رسول ﷺ نے ہم سے فرمایا: اپنے ماتحتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو؛ دو کمزور ذاتوں یعنی بے بس عورت (بیوی) اور یتیم حال بچے کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو؛ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو؛ نماز نماز کہتے روح پرواز ہوگئی۔ (شعب الایمان :باب فی رحم الصغیر:۱۰۵۴۲۔ورمزالسیوطی لحسنه: البیان والتعریف : الهمزة مع التاء:۳۷)

ایک روایت میں ہے اے لوگو! بیویوں اور ماتحتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، پھر اللہ کے رسول ﷺ کی وفات ہوئی۔ (مکارم الاخلاق للخرائطی ،باب :ماجاء فی الاحسان الی المملوك:۵۲۳)

حدیثِ سوم: حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی مسلسل تاکیدی نصیحت کرتے رہے؛ یہاں تک کہ مجھ کو خیال ہونے لگا کہ اب ان کو طلاق دینا ہی حرام ہو جائے گا۔ (اتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة: احمد بن أبی بکر البوصیری الکنانی الشافعی المتوفی سنہ ۸۴۰ھ: کتاب الخلع والطلاق :۳۳۰۴۔هذااسناد ضعیف)

حدیثِ چہارم: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں، تم میری اس نصیحت کو قبول کرو۔ (بخاری مع عمدة القاری:باب الوصیة بالنساء:۵۸۱۵) اہلِ علم فرماتے ہیں: براہِ راست اللہ

عزوجل اوراس کے پیغمبر ﷺ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت بلکہ سفارش فرماتے ہیں۔(حقوق الزوجین: للتهانویؒ ص:۲۷۲)

آج اگر مرد حضرات اللہ ورسول ﷺ کی سفارش کا خیال رکھیں گے تو کل قیامت کے دن بخشش سے نوازے جائیں گے۔(خواتین کے لیے تربیتی بیانات:۵۷)

حدیث پنجم: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: نبی ﷺ نے ارشادفرمایا: مسلمانوں میں کامل ایمان والا وہ ہے: جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں اچھے و بھلے وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بھلے واچھے ہوں۔(ترمذی:باب ماجاء فی حق المرأة علیٰ زوجها:۱۱۶۲۔حسن صحیح: امام ترمذیؒ)

حضرت علیؓ کی روایت میں اتنا اضافہ ہے :اور میں اپنے گھر والوں کے حق میں تم میں سب سے زیادہ بہتر ہوں اور عورتوں کا احترام تو محترم آدمی ہی کرتا ہے اور ان کی توہین تو گھٹیا وکمینہ انسان ہی کرتا ہے۔(کتاب الأربعین فی مناقب أمهات المؤمنین لابن عساکر:الحدیث التاسع والثلاثون:هذا حدیث غریب ۱/۱۰۹)

بیوی کی بداخلاقی کوگوارا کرنا

ارشادخداوندی ہے:عورتوں کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو اور اگر تم انہیں پسند نہ کرتے ہو تو یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالی نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔(النساء:۱۹)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: اگر بدصورتی یا بداخلاقی کی وجہ سے بیوی ناپسند ہو تو اس کو برداشت کرلینا بہتر اور مناسب ہے۔(تفسیر قرطبی ۹۸/۵،سورة النساء:۱۹)

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:اس میں دو حکمتیں پوشیدہ ہیں:

(الف) انسان اپنی بھلائی کی شکلوں کو جانتا نہیں، بسا اوقات مکروہ چیز کارآمد اور مفید ثابت ہو جاتی ہے،اور کبھی اس کے برعکس ہو جاتا ہے۔

(ب) انسان کوایسا کوئی محبوب ملنا مشکل ہے، جس میں کوئی ناگوار پہلو نہ ہو؛ لہذا اسے چاہیے کہ اچھی خوبیوں پر نظر رکھ کر، ناگوار پہلوؤں کو نظر انداز کر دے اور صبر سے کام لے۔
(زاد المسیر، النساء:۱۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مسلمان (شوہر) اپنی مسلمان بیوی سے بالکلیہ نفرت نہ کرے؛ اگر اس کی کوئی عادت ناگوار لگتی ہو تو کوئی اور اچھی عادت سے خوشی بھی ہوتی ہے۔ (مسلم :باب الوصیة بالنساء:۱٤٦٩)

اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص اپنی بیوی کی بداخلاقی پر صبر کرے تو اللہ تعالی اس کو ایسا اجر وثواب دے گا، جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی آزمائش پر دیا تھا۔
(احیاء العلوم ۲/٤٣)

علامہ عراقیؒ فرماتے ہیں: مجھے اس حدیث کی اصل نہیں ملی۔ (تخریج احادیث الاحیاء ١/٤٨) ایک روایت میں ہے: ایسے آدمی کو ہر شب وروز شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ (ادب النساء:١٨٦) ایک روایت میں ہے مجاہد کی طرح اجر وثواب ملے گا۔ (مصنف عبدالرزاق:باب الغیرة: ١٣٢٧)

بیوی کو برداشت کرنے میں اسلافِ امت کا طرزِ عمل

سفیانؒ کہتے ہیں: حضرت جابرؓ یا جریرؓ ابن عبداللہ نے حضرت عمرؓ سے اپنی بیویوں کی غیرت مندی اور تیز کلامی شکایت کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اپنی بھی صورت حال یہی ہے، میں کسی ضرورت سے باہر نکلتا ہوں تو میری اہلیہ مجھ سے کہتی ہے: تم فلاں خاندان وقبیلہ کی نوجوان لڑکیوں کو دیکھنے کے لیے نکل رہے ہو! فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پاس ہی میں تھے، فرمایا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو خبر نہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی اللہ کی بارگاہ میں حضرت سارہؓ کی تیزی کا شکوہ کیا، تو اللہ نے ان کو وحی فرمائی کہ اپنی بیوی کو اس کے باوجود نبھاؤ؛ کیوں کہ میں نے تیڑھی پسلی سے پیدا کیا ہے؛ اگر تم اس کو درست کرنے جاؤ گے تو توڑ ڈالو گے؛

لہذا ان کو نبھاتے رہو، جب تک کہ ان میں سخت دینی بگاڑ نہ دیکھو! حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی پیٹھ تھپکی اور فرمایا: اللہ تعالی نے تیرے سینہ میں بہت علم رکھا ہے۔(مصنف عبدالرزاق: باب الغيرة :١٣٢٧٢، كنزالعمال : حقوق متفرقه:٤٥٩١٥) (قال الهيثمي: رواه الطبراني وفيه روايان لم يسميا وبقية رجاله رجال الصحيح، مجمع الزوائد: باب ثواب المرأة على طاعتها لزوجها٤/٣٠٤)

مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس اپنی بیوی کی شکایت کرنے کے ارادہ سے آیا، دروازہ پر پہونچا تو آپؓ کی اہلیہ ام کلثومؓ کی بحث وتکرار کو سن لیا، وہ شخص دل ہی دل میں یہ کہتے ہوئے لوٹنے لگا کہ: میں تو ان کے پاس اپنی بیوی کی شکایت لے کر آیا تھا؛ مگر یہ خود اس کے معاملہ میں پھنسے ہوئے ہیں، حضرت عمرؓ نے اس کو آواز دی اور آنے کا سبب پوچھا؟ تو اس نے اپنا دکھڑا سنایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ دیکھو میاں! میں اپنی بیوی کو درگزر اور اس کی حرکتوں کو نظر انداز کر دیتا ہوں؛ کیوں کہ اس کے مجھ پر چند حقوق واحسانات ہیں:

۱) وہ میری روٹی پکاتی ہے۔

۲) میرے کپڑے دھوتی ہے۔

۳) میرے بچوں کی نگرانی کرتی ہے اور ان کو دودھ پلاتی ہے۔

۴) اس کے ذریعہ میری جنسی تسکین ہوتی ہے، حرام کاری اور دوزخ کی آگ سے بچاؤ ہوتا ہے۔

۵) میرے مال کی حفاظت کرتی ہے۔

حالاں کہ یہ چیزیں قانوناً اس کے اوپر واجب نہیں، اس وجہ سے میں اس کو برداشت کرلیتا ہوں، اس شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! میری بیوی بھی ایسی ہی ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: میرے بھائی تم بھی اس کو برداشت کرلو، بس یہ تھوڑے دن کی بات ہے۔(بريقة محموديه ٤/١٥٧-١٥٥، حق الزوجة على الزوج والعكس- الكبائر للذهبى ١/١٧٩-حاشيه البجيرمى على شرح المنهج ٣/٤٤٢، فصل فى حكم الشقاق)

حضرت ابوذرؓ کے گھر ایک صاحب تشریف لائے، بات چیت کے بعد حضرت ابوذرؓ نے اپنی گھر والی سے مہمان کے لیے کھانا لگانے کو کہا، اس نے صاف انکار کردیا، دوبارہ کہا تو پھر انکار کردیا، آخر دونوں میاں بیوی کی آوازیں بلند ہونے لگیں، حضرت ابوذرؓ نے بیوی کو اپنے حال پر چھوڑتے ہوئے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے تم عورتوں کے تعلق سے جو بات ارشاد فرمائی ہے، اس سے تم ہٹ نہیں سکتی، مہمان نے کہا: اللہ کے رسول نے کیا ارشاد فرمایا: حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: یہ ارشاد فرمایا کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو تو اسکو توڑ بیٹھوگے اور اگر اس کو نبھاؤ گے تو یاد رکھو اس میں ٹیڑھا پن بھی ہے اور سامانِ زندگی بھی، یہ سن کر بیوی وہاں سے چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد کھانا لاکر پیش کردیا۔ (الادب المفرد: باب من قدم الی ضیفه طعاما:۳۱۷)

ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: شیخ ابومحمد بن ابی زیدؒ ایک بلند پایہ عالم و بزرگ تھے، تاہم ان کی اہلیہ بداخلاق، زبان دراز اور ان کے حقوق میں کوتاہی کیا کرتی تھی، لوگوں نے اس کے بارے میں ان سے بہت کچھ کہا؛ بلکہ اس کو برداشت کرنے پر ان کو ملامت بھی کی؛ مگر وہ فرمایا کرتے تھے: میں ایسا شخص ہوں: جس کو اللہ نے تندرستی عطا کی، معرفت کی دولت سے نوازا، مال ومتاع دیا، شاید یہ خاتون میرے اپنے گناہوں کی سزا میں مجھ پر مسلط کی گئی ہو، مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں اس کو اپنے سے جدا کردوں تو کہیں اس سے زیادہ سخت سزا مجھ پر نہ اتر جائے۔

(تفسیر قرطبی ۹۸/۵، سورہ النساء: ۱۹)

کسی بزرگ کے ایک نیک دوست تھے، جو دور دراز مقام سے سال میں ایک بار ان سے ملاقات کو آجایا کرتے تھے، حسبِ معمول وہ ملاقات کے لیے آئے اور دروازے پر دستک دی، اندر سے ان بزرگ کی اہلیہ نے پوچھا کون؟ جواب دیا: آپ کے شوہر کا دینی بھائی! اپنے مخدوم بزرگ سے ملاقات کے لیے آیا ہے!! اتنا سننا تھا کہ اہلیہ برس پڑیں، کہنے لگیں: جنگل لکڑیاں لانے گیا ہے، خدا اس کا جنازہ نکالے اور نہ جانے کیا کیا گالیاں بکنے لگیں، اس دوران وہ بزرگ جنگل سے اس شان کے ساتھ واپس تشریف لائے کہ شیر کی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھار کھے ہوئے ہیں اور اپنے آگے آگے اس کو چلا رہے ہیں، اپنے دینی بھائی کے پاس پہونچ کر سلام واستقبال

کیا، پھر لکڑیوں کا وہ گٹھا شیر کی پیٹھ سے اتارا اور شیر کو برکت کی دعا دے کر جانے کا حکم کیا، اس کے بعد اپنے اس بھائی کو لے کر گھر میں داخل ہوئے، ابھی تک اہلیہ محترمہ کی گالیوں کی بوچھاڑ جاری تھی ؛ بزرگ خاوند نے ایک جواب نہ دیا، اپنے بھائی کو خود کھلایا اور رخصت کر دیا، بھائی حیرت وتعجب کے عالم میں تھے کہ ایسی زبان دراز بیوی کو آخر موصوف کیسے برداشت کر رہے ہیں؟ آئندہ سال وہ بھائی صاحب دوبارہ ملاقات کے لیے آئے اور دروازہ پر دستک دی تو اب کی بار الگ ہی رنگ نظر آیا، نہایت سلیقہ مندی سے اندر سے پوچھا گیا کون؟ جواب دیا: آپ کے خاوند کا دینی بھائی بغرض ملاقات آیا ہے! اندر سے خوش آمدید کہا گیا اور تعریفی کلمات بھی کہے گئے اور بزرگ خاوند کے انتظار کا حکم دیا گیا، اتنے میں وہ بزرگ جنگل سے اس حالت میں آتے دکھائی دیئے کہ لکڑیوں کا بستہ اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے تھکے ہارے چلے آرہے ہیں، قریب آ کر سلام کیا، پھر ان کو اندر گھر میں لے گئے، اہلیہ محترمہ کی مدح سرائی ابھی جاری تھی، خوب اعزاز واکرام کیا گیا، جب رخصت ہونے لگے تو بزرگ بھائی سے سابقہ اور موجودہ حالت میں فرق وتبدیلی کی وجہ معلوم کی، بزرگ نے سادگی سے کہا: اپنی سابقہ شان، اس بیوی کی بدتمیزیوں پر صبر کرنے کی وجہ سے تھی، وہ چوں کہ مرگئی اور اب یہ نیک سیرت نکاح میں ہے، اس لیے اب وہ صورت حال بھی نہیں رہی۔

(الزواجر عن اقتراف الكبائر ٢/ ٨٠، نشوز المرأة۔ الكبائر للذهبی ١/ ١٨٠)

شوہر کے قانونی حقوق بیوی پر

قانونی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں: جن کے ادا کرنے سے اگر عورت لاپرواہی کرے تو وہ ناشزہ و نافرمان ہوجاتی ہے اور زوجیت کے حقوق سے محروم ہو جاتی ہے، علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: نکاح کی وجہ سے عورت پر مرد کے جو حقوق لازم ہوتے ہیں، ان میں اس کی نافرمانی کرنا ''نشوز'' ہے اور ایسی عورت کو ناشزہ کہا جاتا ہے، جمہور علماء کا کہنا ہے کہ: جب عورت، مرد کے ساتھ بستر کرنے سے باز رہے یا بے اجازت اس کے گھر سے نکل جائے یا رہائش کے قابل مکان فراہم کرنے کے باوجود، اس کے ساتھ منتقل ہونے سے انکار کردے یا اس کے ساتھ سفر پر چلنے سے منع کردے تو ایسی عورت کو نہ نفقہ ملتا ہے اور نہ رہائش کی سہولت۔

(المغنی لابن قدامہ:۸/۲۳۶۔ الناشزۃ لا نفقه لها)

پہلا حق: ازدواجی تعلقات کے لیے اپنا نفس شوہر کے حوالہ کرنا

ارشاد خداوندی ہے: جب وہ اچھی طرح پاک ہوجائیں تو ان کے پاس اسی طریقہ سے جاؤ، جس طرح سے تم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے؛ تمہاری بیویاں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں؛ لہذا اپنے کھیت میں جس طرف سے ہوکر چاہو آؤ اور اپنے لیے (اچھے عمل) آگے بھیجو اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ بے شک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہو اور (اے محمد) ایسے ایمان داروں کو خوشی کی خبر سنا دیجیے۔ (البقرۃ:۲۲۲-۲۲۳)

حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: (اے لوگو!) عورتوں سے اچھا برتاؤ رکھنے کی میری نصیحت و وصیت کو یاد رکھنا؛ کیوں کہ وہ تمہارے پاس قید ہیں،

تم ان سے اس کے (جنسی فائدہ اٹھانے کے) علاوہ اور کوئی زائد حق نہیں رکھتے۔(ترمذی، باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجها:۱۱۶۳۔ حسن، تحقیق البانی)

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: اللہ کے رسول نے بڑا بھاری جملہ ارشاد فرمایا ہے: جب کبھی اس جملے کی تشریح کی نوبت آتی ہے تو مرد لوگ ناراض ہو جاتے ہیں، وہ جملہ یہ ہے کہ تمہیں ان پر صرف اتنا حق ہے کہ وہ تمہارے گھر میں رہیں، اس کے علاوہ شرعاً ان پر تمہارا کوئی مطالبہ نہیں۔(اصلاحی خطبات:۲/۴۰)

حضرت طلق بن علیؓ سے روایت ہے:. نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی ضرورت پورا کرنے کے لیے بلائے تو وہ فوراً چلی آئے؛ اگر چہ وہ چولہے پر بیٹھی (کھانا پکا رہی) ہو۔(ترمذی، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ:۱۱۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مرد اپنی عورت کو بستر پر بلائے؛ مگر عورت انکار کر دے اور نہ آئے، جس کی بنا پر شوہر نے ناراضگی میں رات گزار دی تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔(ابوادؤد: باب فی حق الزوج علی المرأۃ:۲۱۴۱۔ اسنادہ صحیح، الارنوؤط)

ملا علی قاری اور دیگر شارحینِ حدیث فرماتے ہیں: عورت کے تعلق سے اس قدر سخت وعید اس صورت میں ہے جب کہ عورت کسی شرعی عذر کے بغیر مرد کے مطالبہ کا انکار کر دے اور اگر شرعی عذر کی بنا پر انکار کرتی ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔(مرقاۃ المفاتیح:۵/۲۱۲۱، الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۱۰/۷۳۶۴) ایسے ہی عورت اپنا مہر معجّل وصول کرنے تک مرد کو اپنے اوپر قابو نہیں دیتی تو وہ ناشزہ و گنہگار نہیں؛ بلکہ امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ مہر مؤجل ہونے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔(شامی :مطلب فی منع الزوج نفسها لقبض المهر ۲/۳۸۸)

علامہ شامیؒ نقل فرماتے ہیں: بیوی اپنے گھر میں رہ کر شوہر کو قریب آنے سے روک دے تو بالاتفاق ناشزہ ہوگی اور اگر شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے ایسا کرتی ہے تو ناشزہ نہیں؛ کیوں کہ شوہر اس پر زبردستی کر سکتا ہے؛ ہاں اگر مرد شرمیلے مزاج کا حامل ہو تو البتہ اس صورت میں بھی بیوی کو

ناشزہ قرار دیا جاسکتا ہے اور وہ نفقہ سے محروم ہو جائے گی۔

(شامی :مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه٣/٥٧٧)

بیوی پر شوہر کا یہ حق اتنا مضبوط ہے کہ اس سے لاپرواہی کرنے پر شریعت نے مرد کو مارنے کی بھی اجازت دی ہے تاہم ایسا نہ مارے کہ جان پر بن آئے؛ ورنہ شوہر ضامن وقصوروار ہوگا۔(البحر الرائق : حدا وعزر فمات ٥/٥٣، تبيين الحقائق : كتاب السرقة:٣/٢١١)

اس حق کے تعلق سے مرد کو یہ ہدایت ہے کہ وہ طبی رہنمائی اور عورت کی قوت برداشت کا ضرور لحاظ رکھے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: مرد کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنی بیوی سے اس طرح مباشرت کرے کہ اس کو تکلیف اور نقصان ہو جائے۔(شامی: باب القسم بين الزوجات ٣/٢٠٤)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب بھی کسی زوجہ مطہرہ کو آشوبِ چشم لاحق ہوتا تو آپ علیہ السلام اس عارضہ کے دور ہونے تک اس بی بی سے قربت نہ فرماتے، علامہ مناویؒ فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ تھی کہ آنکھیں یوں ہی بہت نازک ہوتی ہیں، آشوبِ چشم میں اور بھی کمزور پڑ جاتی ہیں، جماعی حرکت سے انھیں نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے اللہ کے رسول ﷺ احتیاط فرماتے تھے۔(فيض القدير:٩٨٩٣)

دوسرا حق: بے اجازت ناحق طریقے سے گھر سے باہر نہ نکلنا

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (اے عورتو!) اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔

(الاحزاب: ٣٣، قرطبی:١٤/١٧٩)

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عورت، اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے؛ اگر وہ نکلتی ہے تو فرشتوں کی اس پر لعنت ہوتی ہے۔(السنن الكبرى للبيهقي: باب ما جاء في بيان حقه عليها:١٤٧١٣)

ایک روایت میں ہے: بیوی پر شوہر کا ایک حق یہ ہے کہ وہ اس کے گھر سے بے اجازت نہ نکلے ؛ اگر وہ ایسا کرے تو فرشتوں کی اس پر لعنت ہوتی ہے جب تک وہ نہ لوٹے اور توبہ نہ

کرے۔(مسند ابی یعلیٰ، مسند ابن عباس :۲٤٥٥، اسناده ضعیف ، حسین اسلم اسد ، اتحاف السادة المتقين ٥/٤٠٣)

زمانۂ رسالت میں ایک صاحب سفر پر تشریف لے گئے تھے، جاتے جاتے اپنی بیوی کو تاکید کر دی تھی کہ اوپری منزل سے نچلی منزل کو بھی نہ اترنا، نچلی منزل میں اس خاتون کے والد بھی رہا کرتے تھے، وہ بیمار ہوئے، خاتون نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کسی قاصد کو بھیجا اور نیچے اترنے کی اجازت چاہی، اللہ کے رسول ﷺ نے اس خاتون کو اپنے شوہر کی اطاعت کا حکم دیا، پھر والد کا انتقال ہو گیا تو خاتون نے کفن دفن میں شرکت کی اجازت چاہی، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرو، خاتون نے کامل اطاعت شعاری کا ثبوت دیا، اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے پاس یہ خبر بھیجی کہ اللہ تعالی نے تمہاری اطاعت شعاری کی وجہ سے تمہارے باپ کو بخش دیا۔(المعجم الاوسط: ٧٦٤٨، فيه عصمة بن المتوكل وهو ضعيف ، مجمع الزوائد: باب حق الزوج على المرأة :٧٦٦٦)

اس حدیث کی بنا پر حضرات شوافع وحنابلہ تو یہ کہتے ہیں کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر والدین کی عیادت اور ان کے جنازہ میں شرکت کے لیے بھی نہیں جا سکتی، ہاں شوہر کو چاہیے کہ اجازت دیدے اور ان امور سے نہ روکے؛ کیوں کہ یہ قطع رحمی اور بیوی کو خواہ مخواہ نافرمانی و مخالفت پر ابھارنے کی بات ہے۔

احناف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ماں باپ اگر اپاہج ہوں اور کوئی ان کی دیکھ بھال کرنے والا بھی نہ ہو تو شوہر کو اس صورت میں بیوی کو منع کرنے کا حق نہیں ہے اور بیوی پر بھی اس صورت میں شوہر کی فرمانبرداری کرنا ضروری نہیں، خواہ ماں باپ مسلمان ہوں یا کافر؛ کیوں کہ اس حالت میں ماں باپ کی خدمت کرنا عورت پر فرض ہے، لہذا حق شوہری سے اس کو مقدم رکھا جائے، یہ الگ بات ہے کہ اس صورت میں بظاہر عورت نفقہ نہ پائے گی۔(الموسوعة الفقهيه الكويتيه : حقوق الزوج على زوجته ٢٤/٥٨، فتاوى شامى، باب النفقة مع تقريرات الرافعى ٢/٧٢٢) روایت

بالا میں ممکن ہے ایسی اضطراری صورتحال موجود نہ رہی ہو، جس کی بنا پر اللہ کے رسول نے اس خاتون کو اپنے شوہر کی اطاعت کا حکم فرمایا ہو، علاوہ ازیں سند ومتن کے لحاظ سے یہ روایت قابل کلام ہے۔(المفصل فی احکام المرأة ۷/۲۹۶)

اس کے علاوہ بھی احناف کے یہاں درج ذیل مسائل میں عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکل سکتی ہے:

۱) عورت اپنے محرم کے ساتھ حجِ فرض کے لیے جاسکتی ہے؛ مگر اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔ (النہر الفائق: باب النفقه ۲/۵۰۹) البتہ شوہر کو ساتھ لے کر چلے تو کھانے پینے کا خرچ پائے گی؛ مگر سفر اور کرائے کے اخراجات شوہر کے ذمہ نہ ہوں گے۔(الهندیه: نفقة الزوجة ۱/۵٤٦، النهر الفائق ۲/۵۰۹، شامی ۲/۷۰٤، باب النفقة) اور اگر شوہر خود اس کو لے کر چلے تو یہ سارے اخراجات شوہر کے ذمہ ہوں گے۔(شامی ۲/۱۵۸، کتاب الحج)

۲) عورت ہفتہ میں ایک بار اپنے والدین سے اور سال میں ایک بار دفعہ اپنے دیگر محرم عزیز واقارب سے ملاقات کرنے کے لیے جاسکتی ہے۔(البحرالرائق ٤/۲۱۲، باب النفقة، الموسوعة الفقهیه ۸/۲۳۸) علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: بیوی کے والدین جب خود آکر ملاقات کرنے پر قادر ہوں تو بے اجازت شوہر، ان کے پاس جاکر ملاقات کرنے کا عورت کو حق نہیں۔(فتاویٰ شامی ۲/۷۲۱، باب النفقة) ماں باپ کے گھر آنے جانے کا کرایہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں، بیوی کو خود اس کا بندوبست کرنا ہوگا۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند ۸/٤۲۰، مسائل حقوق الزوجین)

۳) بیوی کو دایہ یا میت کو غسل دینے کی خدمت انجام دینی ہو اور اس کے سوا کسی کو یہ کام نہ آتا ہو تو بیوی بے اجازت شوہر باہر نکل سکتی ہے۔(شامی مع تقریرات الرافعی ۲/۲۲۷، باب النفقۃ)

۴) کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہو اور شوہر اس کا شرعی حکم معلوم کرنے سے انکار کررہا ہو تو بیوی بے اجازتِ شوہر باہر نکل سکتی ہے۔ (شامی ۲/۷۲۲) باقی دینی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے عورت کسی مجلس میں شریک ہونا چاہتی ہے تو اجازت ضروری ہے، ویسے شوہر کو چاہیے کہ اس

معاملہ میں بیوی پر بالکل بھی پابندی نہ لگائے ؛ بلکہ بسا اوقات شرکت کی اجازت دے دے۔
(البحرالرائق : باب النفقة ٤/٢١٢، شامی ٢/٧٢٢)

۵) کسی پیشہ سے منسلک خواتین ایک قول کے مطابق بے اجازت شوہر جاسکتی ہیں؛ مگر راجح ومفتی بہ قول یہ ہے کہ ایسی بیویوں پر بھی شوہر پابندی لگا سکتا ہے، لہذا وہ منع کرنے کے باوجود کام کاج کے لیے باہر نکل جائیں تو ناشزہ ہوں گی اور نفقہ سے محروم ہوں گی۔(شامی ٢/٧٠٣ ، باب النفقة)

٦) شوہر کسی کا مکان ناجائز قبضہ کئے ہوئے ہو اور عورت وہاں سے نکل جائے تو ناشزہ نہیں ہوگی۔(شامی ٢/٧٠٣ ،باب النفقة)

تیسرا حق: شوہر کے مکان میں رہائش پذیر ہونا

عورت اپنے مکان میں رہ رہی ہو اور شوہر کو اپنے گھر میں داخل ہونے نہیں دیتی تو وہ بھی بے اجازت گھر سے باہر نکلنے والی کی طرح ناشزہ ہے اور نفقہ سے محروم ہوگی؛ ہاں اگر وہ یوں کہتی ہے: میں آپ کے گھر چلنے تیار ہوں یا آپ کرایہ کے گھر میں منتقل کردیجیے، مجھے اس مکان کے کرایہ کی ضرورت ہے تو اس صورت میں باوجود شوہر کو منع کرنے کے ناشزہ نہیں ہوگی اور نفقہ پائے گی، ایسے ہی اگر بیوی، غصب شدہ مکان میں شوہر کے ساتھ رہائش اختیار کرنے سے باز رہتی ہو تب بھی وہ ناشزہ نہیں ہوگی۔(فتاوی شامی ٢/٣٩٠،باب المهر،٢/٧٠٣ ،باب النفقة)

چوتھا حق: دیندار وذمہ دار شوہر کے ساتھ سفر پر چلنا

شوہر دیندار وقابل اطمینان ہو، مہر بھی ادا کر چکا ہو اور اپنے معاش کے لیے بیرون ملک جانے کا ارادہ رکھتا ہو یا اپنے شہر سے کوئی اور شہر منتقل ہونا چاہتا ہو اور بیوی بے وجہ اس کے ساتھ چلنے سے انکار کردیتی ہو تو وہ ناشزہ ہوگی؛ ہاں اگر شوہر، محض شرارت کی نیت سے، اس کو اس کے رشتہ داروں سے دور کرنے یا اس کے مال کو ہڑپ کر جانے کے لیے، منتقلی کا تقاضہ کررہا ہو اور عورت انکار کررہی ہو تو اسے ناشزہ نہیں کہا جائے گا اور اگر کسی مفتی کے پاس یہ مسئلہ پیش ہو تو وہ شوہر کو ساتھ نہ لے جانے کا ہی فتویٰ دے گا۔(شامی ٢/٣٩١ ،باب المهر)

شوہر کے واجبی حقوق

واجبی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں: جن کو ادا کرنا بیوی کی دینی ذمہ داری ہے؛ اگر بیوی ان سے لاپرواہی کرے تو اسے گناہ بھی ہوتا ہے:

(۱) مباح کاموں میں شوہر کی مخالفت نہ کرنا

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں۔(النساء: ٣٤)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مرد کو قوام بنایا ہے، اس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ عورت پر مرد کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ہو، بشرطیکہ معصیت کا کام نہ ہو۔(النساء: ٣٤۔٥/١٦٩)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کو دیکھے تو خوش ہو جائے اور جب وہ اس کو کسی کام کا حکم دے تو وہ اس کی تعمیل کرے اور نافرمانی نہ کرے۔(السنن الکبری للبیھقی: باب استحباب التزوج بالودود الولود: ١٣٤٧٧۔ شعب الایمان: حقوق الاولاد والاھلین: ٨٣٦٣)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: اے فاطمہ! اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرتے رہو، جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گی۔(الترغیب والترھیب للاصبھانی: باب الترغیب فی طاعة الزوج: ١٥٢٠)

علامہ محمد بن اسمعیل الصنعانی المتوفی ١١٨٣ھ فرماتے ہیں: ایک حق یہ بھی ہے کہ بغیر معصیت والے کاموں میں شوہر کی اطاعت واجب ہے۔

(التنویر شرح الجامع الصغیر : الھمزة مع السین: ١١٨١)

البتہ اگر شوہر اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا حکم کرے تو اس کی اطاعت کرنا جائز نہیں، اللہ کے

رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: خالق کی نافرمانی کے سلسلہ میں، مخلوق کی فرمانبرداری نہیں کی جائے گی۔ (بخاری: باب ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق: ۷۲۵۷، مسند احمد: ۱۰۹۵)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری خاندان نے اپنی لڑکی کی شادی کی، شادی کے بعد اس لڑکی کے سر کے بال گرنے لگے تو وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں اور اپنے اس عارضہ کو بیان کیا اور کہا: میرے خاوند مجھ کو حکم دیتے ہیں کہ میں اپنے بالوں میں (انسانی بالوں کو) جوڑ لوں، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرنا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بالوں کو جوڑنے والی عورتوں پر لعنت فرماتے ہیں۔ (بخاری: باب لا تطیع المرأۃ فی معصیۃ: ۵۲۰۵)

ابو بکر حنفیؒ سے پوچھا گیا: ایک عورت نے اپنے سر کے بال کٹوا لیے ہیں، کیا حکم ہے؟ جواب دیا: توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرے پھر پوچھا گیا: اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کرے تو؟ فرمایا: خالق کی نافرمانی کے کاموں میں مخلوق کی فرمانبرداری نہیں کی جاسکتی پھر پوچھا گیا: ایسا کرنا کیوں جائز نہیں؟ ارشاد فرمایا: اس لیے کہ ایسی عورت نے بال کٹوا کر مردوں کی مشابہت اختیار کی؛ حالاں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسی عورتوں پر خدا کی لعنت ہے۔

(نصاب الاحتساب ۱/۱۴۳)

(۲) بے اجازتِ شوہر نفلی روزے نہ رکھنا

اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: شوہر کے موجود ہوتے ہوئے بیوی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ رمضان کے روزوں کے علاوہ، کوئی روزہ اس کی اجازت کے بغیر رکھ لے۔ (بخاری: باب لا تأذن المرأۃ فی بیت زوجھا: ۵۱۹۵) ایک اور روایت میں صراحت ہے کہ بیوی کے ذمہ شوہر کا ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے؛ اگر وہ ایسا کرتی ہے تو بھوکی پیاسی ہوگی اور اس کا روزہ مقبول نہ ہوگا؛ یعنی روزہ رکھنے کی وجہ سے گنہگار ہوگی اور اس سے وہ روزہ قبول نہ ہوگا اور ثواب بھی نہیں ملے گا۔ (رواہ البزار وفیہ حسن بن قیس وھو ضعیف وقد وثقہ حصین بن نمیر و یقیۃ رجالہ ثقات، مجمع الزوائد: باب حق الزوج علی المرأۃ: ۷۶۳۸۔ اتحاف السادۃ المتقین ۵/۴۰۳)

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں: حضرت صفوانؓ کی اہلیہ، اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئیں، ہم اور خود حضرت صفوانؓ بھی وہاں موجود تھے، اہلیہ نے شکایت کی کہ میرے خاوند مجھے مارتے ہیں جب میں نماز پڑھنے لگتی ہوں اور جب میں روزہ رہتی ہوں تو یہ زبردستی مجھے افطار کروادیتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے اس تعلق سے حضرت صفوانؓ سے دریافت فرمایا: تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ عورت منع کرنے کے باوجود نماز میں دو دو سورتیں پڑھتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اگر ایک ہی سورت پڑھ لی جائے تو وہ بھی کافی ہے، اور اے اللہ کے رسول! یہ خاتون مسلسل روزے رکھے چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں، مجھ میں برداشت نہیں ہے، اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ (ابو داؤد: باب لا تصوم المرأة بغير اذن زوجها: ٣٤٥٩)

ہاں اگر شوہر خود بھی روزہ ہو یا بیمار ہو یا گھر پر موجود نہ ہو تو روزہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (هنديه : الباب الثالث يكره للصائم ٢٠١/١۔ الموسوعة الفقهيه: الاذن فى صوم التطوع ٩٩/٢٨۔ حاشية الطحطاوى على المراقى: باب فيما يكره للصائم ٦٧٩/١)

(۳) جنسی تعلقات کی پردہ داری کرنا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ (البقرة: ١٨٧) یعنی مرد و عورت کو ایک دوسرے سے ملا کر اللہ تعالی نے دونوں کے جنسی میلان کو ان کے معاش اور معاشرتی تکمیل کا ذریعہ بنایا ہے، اس لیے یہ ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم، ایک دوسرے کے پردہ پوش، ایک دوسرے کی زینت اور ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ہیں، قرآن پاک کی بلاغت دیکھیے کہ اس نے ان سارے مطالب کو صرف ایک تشبیہ میں ادا کر دیا ہے۔

(تحفة البارى:كتاب النكاح ٣/٣)

ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں داخل ہو کر مصلی پر تشریف لائے، پھر حاضرین کی طرف جن میں مردوں اور عورتوں دونوں کی صفیں موجود تھیں، متوجہ ہو کر فرمایا: اگر شیطان، مجھ کو

نماز میں کوئی بھول چوک کروادے تو مرد حضرات تسبیح کہہ کر اور خواتین تالی بجا کر توجہ دلائیں، راوی کا بیان ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے نماز پڑھائی اور نماز میں کوئی بھول چوک نہیں ہوئی؛ بعدازاں اللہ کے رسول ﷺ نے صحابۂ کرام کو اپنی جگہوں ہی پر بیٹھنے کا حکم فرمایا: پھر اللہ کی حمد وثنا کی پھر مردوں کی طرف متوجہ ہوکر دریافت کیا، کیا ایسی بات نہیں ہے کہ تم اپنی بیویوں کے ساتھ بند کمروں میں مباشرت کرتے ہو، پردہ کا بھی خوب اہتمام کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں! اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اس کے بعد کوئی آدمی بے تکلف ہوکر بیٹھ جاتا ہے اور (پردہ وکمرہ کی باتوں کو بیان کرتا ہے) یوں کہتا ہے: میں نے اس طرح کیا، میں نے اس طرح کیا! سارے صحابہ پر سناٹا چھا گیا تھا، راوی کہتے ہیں: پھر اللہ کے رسول! خواتین سے مخاطب ہوکر پوچھنے لگے: کیا تم میں سے بھی کوئی عورت اس طرح بیان کرتی ہے؟ صحابیات بھی چپ ہوگئیں؛ مگر ایک نوجوان لڑکی اپنے ایک گھٹنے کے بل اونچا ہوکر نمایاں ہوگئیں تاکہ اللہ کے رسول اس کو دیکھ لیں اور اس کی بات سن لیں، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! سچی بات یہ ہے کہ اس قسم کی گفتگو مرد حضرات بھی آپس میں کرلیتے ہیں اور عورتیں بھی!

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جانتے بھی ہو اس کی مثال کیسی ہے؟ پھر فرمایا: بالکل اسی طرح ہے، جیسے کوئی شیطان کسی شیطانی سے برسرِ راہ ملا ہو، پھر اس نے اپنی جنسی ہوس پوری کرلی ہو اور سارے لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوں۔ (ابوداؤد: باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابتہ اھلہ: ۲۱۷۴۔اسنادہ ضعیف ولبعض فقرات ھذا الحدیث طرق وشواھدتقویہ : الارنووط) ایک اور روایت میں ہے کہ اس (جماع کے) موقع کی باتیں بیان کرنے والے دو گدھوں کے مانند ہیں: جو سڑک پر جفتی کرتے ہوں۔ (کنزالعمال : الفرع الثانی فی المباشرۃ و آدابھا:۴۴۹۰۷)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے: کسی دن اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما تھے، قریب میں ایک خاتون بھی تھی، یکایک اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم

عورتیں آپس میں اُن باتوں کا مذاکرہ کرتی ہیں، جو تمہارے شوہر تمہارے ساتھ کر گزرتے ہیں، اس عورت نے کہا: بخدا! میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے رسول! ہم تو اس پر آپس میں فخر بھی کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا ہرگز نہ کرو؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس انسان سے ناراض ہو جاتے ہیں، جو یہ حرکت کرتا ہے۔ (طبراني كبير : ٧٨٤٤۔ وفيه علي بن يزيد وهو ضعيف ۔مجمع الزوائد: باب ما جاء في الجماع: ٧٥٦٠)

اللہ کے رسول ﷺ کی صحابیات، اس تعلیم و ہدایت کے بعد کیسی محتاط ہو گئی تھیں، اس کا اندازہ دورِ فاروقی کے اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک خاتون حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئیں اور کہنے لگیں: میں آپؓ کی بارگاہ میں اپنے نیک و پارسا شوہر کی فریاد لے کر آئی ہوں، رات میں وہ عبادت کرتا ہے تو صبح ہو جاتی ہے، دن کو روزہ رکھتا ہے تو شام ہو جاتی ہے، اتنا کہہ کر خاتون شرمسار ہو گئیں اور کہنے لگیں: اے امیر المؤمنین! مجھ کو معاف فرما دیجیے! حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ تجھے جزائے خیر دے، تو نے اپنے خاوند کی خوب تعریف کی ہے، میں نے تجھے معاف کیا، وہ لوٹ کر جانے لگیں تو حضرت کعب بن سورؓ نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! اس خاتون نے تو آپ سے نہایت بلیغ پیرایہ میں اپنے شوہر کی شکایت کر دی ہے! (کہ وہ اسے حقوقِ زوجیت سے محروم رکھ رہا ہے) حضرت عمرؓ نے اس خاتون اور اس کے شوہر کو بلا بھیجا، پھر حضرت کعبؓ سے فرمایا: کہ تم ہی ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو؛ کیوں کہ تم نے ہی اس قضیہ کو سمجھا ہے، جسے میں نہیں سمجھ سکا؛ حضرت کعبؓ نے فیصلہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: عورتوں میں جو تمہیں پسند آئیں نکاح کر لو، دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے۔ (النساء:٣) یعنی مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے، پس اگر وہ ہر بیوی کے پاس ایک ایک رات رہے تو پھر ہر چوتھی رات اس کی باری آئے گی، اس لیے اے شخص تو تین دن روزہ رکھ اور چوتھے دن اس کے پاس رہ کر روزہ چھوڑ دے، اس طرح تو تین رات خوب عبادت کر لے اور چوتھی رات اپنی بیوی کے پاس گزار! حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ فیصلہ تو سابقہ معمہ کے سمجھنے سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت کعب بن

سورؓ کو بصرہ کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔ (طبقات ابن سعد: کعب بن سور ۹۲/۷)

(۴) شوہر کے مال کی حفاظت کرنا

شوہر کے مال کی حفاظت یہ ہے کہ بے دریغ اس کو نہ اڑائے ، اس کی رضامندی و اجازت کے بغیر کسی کو کچھ نہ دے، صدقہ خیرات بھی نہ کرے، اپنی ضرورت سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو عورتیں نیک ہیں؛ وہ اطاعت کرتی ہیں (اور) مرد کی عدم موجودگی میں (بھی) بحفاظت (وتوفیقِ) الٰہی (اس کی آبرو و مال کی) نگہداشت کرتی ہیں۔ (النساء: ۳۴، بیان القرآن)

اللہ کے رسول ﷺ نے انصاری صحابیات سے اس بات پر بھی بیعت لی تھی کہ وہ اپنے شوہر کی بدخواہی نہیں کریں گی! ایک خاتون نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! شوہروں کی بدخواہی کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا: اس کا مال لے لے اور کسی کو (مفت) تحفے تحائف دے دے۔ (مسند احمد: حدیث سلمیٰ بنت قیس: ۲۷۱۳۳۔ رجاله ثقات۔ مجمع الزوائد: باب البیعة علی الاسلام: ۹۸۶۳)

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: عورت کے ذمہ مرد کا ایک حق یہ ہے کہ وہ اس کے گھر کی کوئی چیز بھی بغیر اس کی اجازت کے کسی کو نہ دے؛ لیکن پھر بھی وہ ایسی حرکت کرتی ہے تو اس پر وبال ہوگا اور ثواب شوہر کو ملے گا۔ (احیاء العلوم مع تخریج العراقی: روی البیهقی بتمامه من حدیث ابن عمرو فیه ضعف: کتاب آداب النکاح ۵۷/۲)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: اگر بیوی، شوہر کی اجازت و رضامندی کے بغیر اس کے مال سے خرچ کرتی ہے تو گنہگار ہوگی؛ کیوں کہ یہ مالِ غیر میں تصرف کرنا ہے، ہاں اگر شوہر نے صراحت کے ساتھ بیوی کو اس کی اجازت دے دی ہو یا شوہر کا مزاج و مذاق اور عرف و رواج ایسا ہو کہ اس تعلق سے شوہر گرفت نہ کرتا ہو اور بیوی بھی فساد سے کام نہ لیتی ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں؛ بلکہ یہاں بیوی کو بھی خرچ کرنے پر اجر ملے گا، جیسے کسی سائل کو روٹی کا ٹکڑا دے دیا، روپیہ پیسہ کے معاملے میں

عموماً شوہر اتنے فراخ دل نہیں ہوتے، اس لیے ان کی اجازت کے بغیر نہ دے۔(فتح الملهم : باب اجر الخازن الامين والمرأة اذا تصدقت من بيت زوجها غير مفسدة باذنه الصريح او العرفی ۵۲/۳)

چنانچہ حضرت قتادہؒ سے مروی ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کے لیے اپنے شوہر کے مال سے صرف تر چیزیں حلال ہیں، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: یعنی وہ چیزیں جن کو اٹھا کر نہیں رکھا جاتا، جیسے روٹی، گوشت، سالن۔(مصنف عبدالرزاق : باب مايحل للمرأة من مال زوجها: ١٦٦١٥)

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں بیٹھا تھا، اتنے میں ایک خاتون آ کر پوچھنے لگی: کیا مجھ کو اپنے شوہر کے دراہم میں سے کچھ لینا حلال ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: یہ بتاؤ کیا اس کو تیرے زیورات میں سے کچھ لینا حلال ہے؟ خاتون نے کہا: نہیں! فرمایا کہ شوہر کا حق اور زیادہ بڑھا ہوا ہے۔(مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۱۷)

البتہ اگر شوہر، بیوی بچوں کا خرچ نہ دیتا ہو تو بیوی، اس کے علم واطلاع کے بغیر بھی یہ حق لے سکتی ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ھند بنت عتبہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے خاوند ابوسفیان بڑے بخیل آدمی ہیں، مجھ کو اور میرے بچوں کو کافی خرچ نہیں دیتے، میں خود ہی ان کے علم واطلاع کے بغیر، ان کے مال سے لے لیتی ہوں! اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنا تم کو اور تمہارے بچوں کو معروف طریقہ کے مطابق ضرورت ہو لے لو۔(بخاری مع عمدة القاری : باب اذا لم ينفق الرجل فللمرأة أن ياخذ بغير علمه: ٥٣٦٤۔ احسن الفتاویٰ ۱۷٤/۷، باب القرض والدين)

بیوی کو یہاں یہ ہدایت ہے کہ وہ اپنے حق سے زیادہ ہرگز نہ لے، نیز اپنے خاوند سے ضرورت سے زیادہ کا مطالبہ ہرگز نہ کرے۔

''طریقۂ محمدیہ'' متأخرین احناف میں سے ایک زبردست محقق کی کتاب ہے(فصل الخطاب للکشمیریؒ: ٤٩) اس کے شارح علامہ ابوسعید الخادمی الحنفی المتوفی ۱۱۵۶ھ فرماتے ہیں: شوہر کے اہم ترین حقوق دو ہیں: ایک تو اس کے رازوں کی حفاظت وصیانت کرنا، دوسرے یہ کہ اس سے اپنی ضرورت سے زیادہ مطالبہ نہ کرنا اور خدانخواستہ اگر اس کی کمائی حرام ہو تو اس سے اس کو اور

خود کو بچانا، سلف صالحین کی بیبیاں اور بیٹیاں اپنے شوہروں سے کہا کرتی تھیں: حرام کمائی سے بچنا؛ کیوں کہ ہم بھوک اور فاقہ تو برداشت کرلیں گی؛ مگر دوزخ کی آگ کو برداشت کرنے کی ہم میں تاب نہیں۔(بريقة محمودية فی شرح طريقة محمديه : قطع الرحم ۱۵۵/٤)

حضرت انسؓ وابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی کی ہلاکت، اس کی بیوی بچوں اور ماں باپ کے ہاتھوں ہوگی، یہ سارے افرادِ خاندان اس کو غریبی و مفلسی کا طعنہ دین گے، عار دلائیں گے اور اس سے ایسی ایسی فرمائشیں کریں گے جو اس کی وسعت سے باہر ہوں گی، مجبوراً آدمی ایسے راستوں میں چل پڑے گا، جس میں دین وایمان غارت ہوجائے گا اور وہ ہلاک ہوجائے گا۔(جمع الجوامع للسيوطی بحواله ابو نعيم والبيهقی والرافعی : حرف الباء ۲۵٦۸۰/۱)

(۵) شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخلہ نہ دینا

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت اپنے شوہر کے گھر میں کسی کو اس کی اجازت کے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہ دے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے بد گمانیاں پیدا ہوتی ہیں اور عزت وغیرت کے مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں اور نوبت قطع رحمی تک پہنچ جاتی ہے، شوہر اگر گھر پر نہ ہو، سفر پر ہو تو معاملہ اور بھی سنگین ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں عورت ہر گز کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، ہاں ضرورت کے موقع پر کسی کو مہمان خانہ میں آنے کی اجازت دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(بخاری مع عمدة القاری: باب لاتأذن المرأة فی بيت زوجها لا حدالا باذنه: ۵۹۱۵)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث مالکیہ کے خلاف ہے، مالکیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ عورت اپنے باپ وغیرہ کو بے اجازتِ شوہر بھی گھر بلاسکتی ہے؛ کیوں کہ عورت کو اس تعلق سے پابند کرنا گویا اسے صلہ رحمی کرنے سے روکنا ہے، ظاہر ہے یہ چیز درست نہیں اور حدیثِ مذکور کا تعلق محرم رشتہ داروں سے نہیں؛ بلکہ غیر محرم عزیز واقارب اور اجنبی لوگوں سے ہے جبکہ دیگر علماء کہتے

ہیں: انسان صلہ رحمی کرنے کا مکلّف اس صورت میں ہے جب کہ وہ بااختیار ہو اور شوہر کے گھر میں تصرف کرنے کا بیوی کو اختیار نہیں ہے تو جس طرح بیوی بغیر اجازت شوہر کے مال سے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کرسکتی اسی طرح انہیں بے اجازتِ شوہر، اس کے گھر میں داخلہ بھی نہیں دے سکتی۔(فتح الباری ۹/۲۹۷)

فقہائے احناف میں سے قاضی خان کا بیان ہے: اگر شوہر، بیوی کے والدین یا کسی محرم رشتہ دار کو اپنے گھر میں داخل ہونے سے روکنا چاہے تو بعض مشائخ کا خیال ہے کہ شوہر کو یہ حق حاصل ہے، تاہم وہ انہیں دروازے کے باہر کھڑے کھڑے دیکھنے، بات کرنے سے منع نہیں کرسکتا، جب کہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ شوہر، بیوی کے والدین اور دیگر محرم رشتہ داروں کو ہفتہ میں ایک بار گھر آ کر ملنے سے روک نہیں سکتا، ہاں اس کے یہاں رہ جانے پر روک لگا سکتا ہے، ہمارے مشائخ وفقہاء نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اس پر فتویٰ بھی ہے۔(هندیه : الفصل الثانی فی السکنی ۱/۵۵۷۔ قاضی خان ۱/۲۰۹)

دورِ حاضر میں موبائل فون اور جدید مواصلاتی ذرائع نے شوہر کے اس انتظامی حق کا خون کردیا ہے، اب اِس رُکاوٹ اور روک بندی کا کوئی تصور وامکان ہی نہیں، بیوی دن اور رات کے کسی بھی حصہ میں اپنے عزیز واقارب بلکہ بعض بے دین گھرانوں میں اجانب ودوستوں سے بھی رابطہ وگفتگو کرسکتی ہے، اپنی خانگی وسسرالی زندگی کے معاملہ میں ان سے صلاح ومشاورت، باہمی تبادلۂ خیال اور نرم وگرم تبصرے کرسکتی ہے، ویسے ضرورت کے موقع پر اپنے عزیز واقارب سے بات چیت کرنا اور ان کی مزاج پرسی کرنا کوئی برا کام نہیں؛ بلکہ صلہ رحمی کا تقاضہ ہے؛ تاہم وقت بے وقت ان میں مشغول رہنا، ہر چھوٹی بڑی اطلاعات سے ان کو واقف کرواتے رہنا اور شوہر کے بجائے ان کی رہنمائی میں انتظامِ خانہ چلانا بڑی معیوب اور بے مروتی کی بات ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے صاف ارشاد فرمادیا کہ عورت کے لئے یہ حلال ہی نہیں کہ شوہر کے معاملہ میں وہ کسی اور کی بات مانے، خواہ اس کا باپ ہو یا بیٹا، اس لئے بیویوں کو چاہئے کہ شوہر کے اس شرعی حق کا لحاظ رکھیں، اس کی اجازت ورضامندی اور مزاج ومذاق کو بہرصورت پیشِ نظر رکھیں؛ تاکہ گھر کا سکون

برقرار رہے اور غلط فہمیوں اور خاندانی اختلافات کے ابھرنے کی راہیں مسدود رہیں۔

(۶) اپنی زبان، عمل اور اشارے سے شوہر اور اس کے رشتہ داروں کو تکلیف نہ دینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ مومن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ان کے کسی جرم کے بغیر تکلیف پہونچاتے ہیں، انہوں نے بہتان طرازی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لادلیا ہے۔
(الاحزاب :۵۸)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: فلاں عورت رات کو عبادت کرتی ہے، دن میں روزہ رکھتی ہے، دوسرے خیر کے کام بھی کرتی ہے، صدقہ خیرات بھی کرتی ہے؛ البتہ پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف پہونچاتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں کوئی خیر کی بات نہیں ہے وہ دوزخی ہے، صحابہؓ نے عرض کیا: ایک اور عورت بھی ہے، جو فرائض کی پابند ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ بھی کردیتی ہے؛ مگر کسی کو تکلیف نہیں دیتی، فرمایا: وہ جنتی ہے۔
(الادب المفرد للبخاری: باب لا یؤذی جاره : ۱۱۹)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: میں نے (شبِ معراج کے موقع سے یا بحالتِ خواب یا بذریعۂ کشف یا وحی) دوزخ کا جائزہ لیا تو میں نے زیادہ تر اس میں عورتوں کو دیکھا! صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اس کا سبب کیا ہے؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا: لعن طعن زیادہ کرتی ہیں اور شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ (بخاری: باب كفران العشير : ۲۹۔ اتحاف السادة المتقين : حقوق الزوج على الزوجة ۴۰۲/۵)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دنیا میں کوئی عورت اپنے شوہر کو ایذا دیتی ہے تو اس کی حورِ عین کہتی ہے: اس کو تکلیف نہ دے تیرا ناس ہو، وہ تو تیرے پاس مہمان ہے، بہت جلد وہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا۔ (مشکوۃ مع المرقاۃ : باب عشرة النساء : ۳۲۵۸)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: بیوی کے لیے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنی زبان یا عمل سے شوہر کو تکلیف دے۔ (احیاء العلوم مع اتحاف السادة ۴۰۹/۵۔ کتاب آداب النکاح)

بعض روایات میں ہے کہ وہ عورت جو اپنے شوہر کے ساتھ زبان درازی اور بدکلامی کرتی ہے، دوزخی ہے اور دوزخ میں اسے زبان کے بل لٹکایا جائے گا اور اس کے حلق میں کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔(الكبائر للذهبی : فصل فی فضل المرأة الطائعة لزوجها وشدة عذاب العاصية ١/ ١٧٩۔١٧٨)

شوہر یا اس کے عزیز و اقارب کے ساتھ بلا وجہ بدزبانی کرنا ایسا سنگین جرم ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے فرمان کے مطابق قرآن پاک نے اسے ''فاحشہ مبینہ'' (کھلی بے ہودہ حرکت) سے تعبیر کیا ہے اور ایسی عورت کو زمانۂ عدت میں بھی گھر سے بے دخل کیا جاسکتا ہے۔

(الطلاق: ١۔ الدرالمنثور ١٩٣٨۔ احياء علوم الدين : كتاب آداب النكاح ٢/ ٥٥)

حضرت سعید ابن مسیّبؒ کہتے ہیں: حضرت فاطمہ بنت قیسؓ بڑی تیز زبان تھیں، اپنے سسرالی رشتہ داروں سے بڑھ چڑھ کر بولتی تھیں، جب ان کو اپنے شوہر سے طلاق بائن ہوگئی تو ان کو ان کی اس عادت کی وجہ سے اپنے شوہر کے گھر کے بجائے نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا گیا تھا، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے فرمایا بھی تھا کہ تم کو تمہاری اس زبان نے نکالا ہے۔ (تفسير مظهری و قرطبی : الطلاق)

(۷) شوہر اور اس کے گھر کی خدمت انجام دینا

خاتمۃ الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی الحنفی المتوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں: اگر بیوی، اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو، جہاں خواتین خود سے کام کاج کی عادی نہیں ہوتیں اور وہ شوہر کے گھر آکر بھی پکانے سے انکار کرتی ہو تو شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ پکا پکایا کھانا فراہم کرے یا کسی ماما (پکوان کرنے والی) کا بندوبست کرے جو پکا کر دے، اس خاتون پر امور خانہ داری کا انجام دینا نہ دیانۃً لازم ہے نہ قضاءً اور اگر بیوی کا گھرانہ ایسا ہو جہاں عورتیں خود کام کرتی ہیں تو دیانۃً اس پر لازم ہے کہ وہ خود پکوان کر کے اپنا پیٹ بھرے، اس صورت میں پکوان کی اجرت مانگنا رشوت اور گناہ ہے؛ البتہ شوہر کے ذمہ پکوان و چولہے کا مکمل سامان فراہم کرنا ہے، یہاں بیوی اگر پکانے سے انکار کرتی ہے تو اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا؛ مگر شوہر کو بھی پر تکلف کھانا فراہم کرنے کا پابند نہیں کیا

جاسکتا، وہ اپنی بیوی کوصرف روٹی اور برائے نام معمولی سالن دے دے گا، ہاں بیوی بیمار ہوگئی اور پکوان کے قابل نہیں رہی تو شوہر پرضروری ہے کہ اس حالت میں بیوی کا تعاون کرے اور پکا ہوا کھانا فراہم کرے، تاہم فقہاء کرام فرماتے ہیں: بیوی خواہ اونچے گھرانے کی ہو یا معمولی گھرانے کی، ہرصورت میں گھریلو کام کاج میں اسے ضرور ہاتھ بٹانا چاہیے، حضرت فاطمہؓ جنتی عورتوں کی سردار ہونے کے باوجود اپنے گھر کے سارے کاروبار خود سنبھالتی تھیں۔(شامی: مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه ۵۷۹/۳۔ الفقه علی المذاهب الاربعة : انواع نفقة الزوجة ۴۸۶/۴۔ تکمله فتح الملهم : هل تجب علی المرأة خدمة البیت ۴۸۵/۴) فقہاء مالکیہ کا بھی یہی موقف ہے۔

علامہ نووی شافعیؒ فرماتے ہیں: گھریلو خدمت اور امور خانہ داری کا انجام دینا عورت کا خالص احسان، زائد عمل اور محض کارِ خیر ہے، شرعاً اس پر کچھ بھی لازم نہیں؛ بلکہ اگر وہ اس سے انکار کردے تو کوئی گناہ بھی نہیں، شوہر کو خود اس کے لیے الگ سے انتظام کرنا ہوگا، عورت پر گھر کے کاموں کو لازم کرنا شوہر کے لیے حلال نہیں، یہ اور بات ہے کہ روزِ اول سے آج تک خانہ دار عورتیں ،ان کاموں کو رضا کارانہ طور پر انجام دیتی چلی آئی ہیں اور یہ خوب عادت ہے، واضح رہے کہ بیوی پر صرف دو ہی چیزیں لازم ہیں: اپنے اوپر شوہر کو قابو دینا اور اس کے گھر میں رہنا۔(شرح النووی علی مسلم: باب جواز ارداف المرأة الاجنبیة ۱۶۵/۱۴)

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں: عورت پر اپنے شوہر کی خدمت کرنا یعنی آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، دیگر امور خانہ داری انجام دینا لازم نہیں ہے، امام احمد ابن حنبلؒ نے اس کی تصریح کی ہے ، جہاں تک اللہ کے رسول ﷺ کا اندرونِ خانہ و بیرونِ خانہ کی خدمات کو حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان بانٹنے کا معاملہ ہے تو یہ درحقیقت عمدہ واعلیٰ اخلاق اور عرف وعادت کے مطابق ہے ، یہ کوئی قانونی اور لازمی حکم نہ تھا۔(المغنی : کتاب عشرة النساء : ۲۹۵/۷)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کا فرمان یہ ہے کہ: بیوی پر شرعاً یہ واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت کرے، اپنے بچوں کی نگہداشت کرے، دیگر گھریلو کام کاج یعنی آٹا گوندھنا، پکانا،

جھاڑنا، بچھانا، گھر کو صاف ستھرا رکھنا، انجام دے، غرض ایک اچھے معاشرے میں اس جیسی بیوی ،اس جیسے شوہر کے لیے کیا خدمات انجام دے سکتی ہو وہ ساری خدمات انجام دے۔

(مجموع الفتاوی بحواله مجله البحوث الاسلامیه ۸۱/۱۹۷)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ صحابۂ کرام جب کسی لڑکی کو اس کے شوہر کے یہاں رخصت کرتے تو اسے ضرور، یہ نصیحت کرتے کہ اپنے شوہر کی خدمت کرنا اور اس کے حقوق کا لحاظ رکھنا۔

(فقه السنة : وصایا الزوجة ۲/۲۳۳)

مدینہ کی عورتیں جب اپنی بیٹیوں کو ان کے شوہروں کے پاس وداع کرنا چاہتیں تو ان کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں لے کر حاضر ہو جایا کرتی تھیں، حضرت عائشہؓ ان کے سروں پر اپنا دستِ مبارک رکھتیں، ان کو دعا دیتیں اور ان کو اللہ سے ڈرنے اور شوہروں کے حقوق کا لحاظ رکھنے کا حکم فرماتیں۔ (مصنف ابن ابی شیبه : ما حق الزوج علی المرأة : ۱۷۱۳۱)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا خود اپنا یہ حال تھا کہ گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی ؛ لیکن حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں، آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں، کھانا خود پکاتی تھیں، بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں، وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں، آپ ﷺ قربانی کے جو اونٹ بھیجتے اس کے لیے خود قلادہ (ہار، پٹہ) بٹتی تھیں، آنحضرت ﷺ کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں، جسم مبارک میں عطر مل دیتی تھیں، آپ ﷺ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں، سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں، مسواک کو صفائی کے غرض سے دھویا کرتی تھیں، گھر میں آپ ﷺ کا کوئی مہمان آتا تو مہمان کی خدمت انجام دیتی تھیں، چناں چہ حضرت قیس غفاریؓ جو صفہ والوں میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ: چلو عائشہ کے گھر چلو! جب حجرہ میں پہونچے تو فرمایا: عائشہ! ہم لوگوں کو کھانا کھلاؤ، انہوں نے ہریس بنا کر پیش کیا، آپ علیہ السلام نے کھانے کی کوئی اور چیز مانگی تو چھوہارے کا حریرہ پیش کیا پھر پینے کی چیز مانگی تو ایک بڑے پیالے میں دودھ حاضر کیا، اس کے بعد ایک اور چھوٹے

پیالہ میں پانی لائیں(سیرت عائشه از سید سلیما ن ندوی :۵۸۔شاید یه واقعه حجاب سے قبل کا هو ۔ سنن ابی داؤدالارنووط : ابواب النوم : ۵۰٤۰)

جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمۃ البتول ؓ کی گھریلو خدمات کی گواہی ان کے خاوند حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے سنیے! وہ فرماتے ہیں حضرت سیدہ فاطمہ ؓ سرور دو عالم ﷺ کی لختِ جگر اور آپ علیہ السلام کو اپنے اہل وعیال میں سب سے زیادہ معزز تھیں، وہ میری بیوی تھیں، چکی خود چلاتی تھیں، جس کی وجہ سے ہتھیلیوں میں گٹھے اور چھالے پڑ گئے تھے، مشکیزہ کے ذریعہ خود پانی لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینہ پر نشانات بیٹھ گئے تھے، گھر کو خود جھاڑو دیتی تھیں، جس کی وجہ سے کپڑے گرد وغبار میں اٹ جاتے تھے، ہانڈی کے نیچے آگ خود جلاتی تھیں، جس کی وجہ سے کپڑے میلے اور راکھ کے ذرات سے خراب ہو جاتے تھے، غرض ان کاموں کی وجہ سے پاک بیوی کو بہت مشقت و تکلیف اٹھانی پڑتی تھیں، اتفاق سے آقائے دو جہاں ﷺ کے پاس کچھ خادم وغلام آگئے تھے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں: میں نے فاطمہ سے کہا: اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جاؤ، اور خدمت گزار مانگ لو! اس تکلیف سے تم کو چھٹکارا مل جائے گا، حضرت فاطمہ ؓ بارگاہِ اقدس ﷺ میں حاضر ہوئیں، وہاں بہت سارے خدمت گزار (غلام ولونڈیاں) موجود تھے، شرم وحیا کی وجہ سے کچھ عرض نہ کرسکیں، واپس گھر چلی آئیں، بعد ازاں اللہ کے رسول ﷺ بنفسِ نفیس ان کے یہاں تشریف لائے، حضرت علیؓ نے مکمل صورتحال بتائی، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! اللہ سے ڈرتے رہو، اپنے پروردگار کے فرائض ادا کرتے رہو، اور اپنے شوہر کے کام کاج انجام دیتے رہو، اس کے علاوہ ایک کام یہ کرو کہ جب اپنے بستر کی پناہ لو تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳/ بار الحمد للہ، ۳۴/ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے، حضرت سیدہ ؓ نے جواب میں کہا: میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خوش اور راضی ہوں۔(مسند احمد ، مسند علی ابن ابی طالب :۳ /۱۳۱، اسناده صحیح ، احمد شاکر ، ابوداؤد : باب فی بیان مواضع قسم الخمس : ۲۹۸۸)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ حضرت زبیرؓ نے مجھ سے ایسی حالت میں شادی

کی کہ سوائے ایک گھوڑے کے ان کے پاس نہ کوئی قابلِ ذکر مال تھا، نہ کوئی غلام اور نہ ہی کوئی دوسری چیز، میری اپنی صورت حال یہ تھی کہ میں خود ان کے گھوڑے کو چارہ دیتی، اس کو خود لاتی، لے جاتی، غرض گھوڑے کی ساری ذمہ داری میں سنبھالتی اور اپنے خاوند کو سبکدوش رکھتی، پانی لانے کے لیے ایک اونٹنی موجود تھی، اس کے لیے میں اپنے ہاتھ سے کھجور کی گٹھلیاں کوٹتی اور اس کو چارہ دیتی، پانی میں خود لاتی، ڈول اور چھاگل پھٹ جاتی تو میں خود سیتی، آٹا خود گوندھتی؛ البتہ روٹی مجھے ڈھنگ سے پکانا نہ آتا تھا تو انصار کی بعض پڑوسی عورتیں میرا تعاون کرتی تھیں، اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعہ زمین عطا کیا تھا، جو ہماری رہائش گاہ سے دو تہائی فرسخ (۲ میل یعنی تقریبا ۳ کلومیٹر) کے فاصلہ پر واقع تھا، وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر خود لاتی تھی، ایک عرصہ بعد میرے والد حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک خادم میرے پاس بھیج دیا تھا، جو گھوڑے کے تمام انتظامات دیکھ لیا کرتا تھا، اس طرح مجھے اس مشقت سے آزادی ملی۔ (مسلم مع تکملہ: باب جواز ارداف المرأة: ٥٦٤٨)

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں عورتوں نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مرد حضرات تو جہاد فی سبیل اللہ کی سعادت وفضیلت لے گئے، کیا ہمارے لیے کوئی ایسا عمل ہے؟ جن کو ہم انجام دیں تو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے ثواب کو حاصل کرسکیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے گھر کی خدمات کو انجام دینا، اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے عمل کے برابر ہے، ان شاء اللہ۔ (شعب الایمان: باب حقوق الاولاد والاھلین: ٨٣٦٨، تفرد به روح هذا. وثقه ابن المعين والبزار و ضعفه ابن حبان وابن عدی، مجمع الزوائد: باب ثواب المرأة: ٧٦٢٨)

(۸) اولاد کی پرورش کرنا، ان کو دودھ پلانا

ارشاد ربانی ہے: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال تک دودھ پلائیں۔ (البقرہ: ٢٣٣)

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت جب حاملہ ہوجاتی ہے تو اس کے لیے روزہ

دار مجاہد فی سبیل اللہ جیسا اجر وثواب ہے، جب اسے دردِ زہ ہوتا ہے تو مخلوق کو اس کا کچھ علم نہیں ہوتا کہ اس کے لیے کتنا اجر وثواب ہے، جب حمل وضع کر لیتی ہے تو اس کے لیے دودھ کے ہر گھونٹ اور ہر چسکاری کے بدلہ میں اجر وثواب ہے، جب بچہ کا دودھ چھڑا لیتی ہے تو اس کے کاندھے پر فرشتہ ہاتھ مار کر کہتا ہے: از سرِ نو عمل جاری رکھو۔ (کنز العمال اردو: فصل دوم ترغیبات کے بیان میں، جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں: ۴۵۱۶)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: حاملہ عورتیں، دودھ پلانے والی عورتیں، اپنی اولاد پر نرمی کرنے والی عورتیں؛ اگر وہ اپنے خاوندوں کے ساتھ (بیہودگی) نہ کریں تو ان میں سے نماز پڑھنے والیاں جنت میں داخل ہو جائیں۔ (ابن ماجه : باب فی المرأة تؤذی زوجها: ۷۲۰، تخریجِ احادیث احیاء علوم الدین: آداب المعاشرة ۱/ ۴۹۸)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ماں پر دیانۃً لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دودھ پلائے تاہم اگر وہ انکار کر دے تو اس پر زبردستی نہیں کی جا سکتی؛ بلکہ اس صورت میں شوہر پر لازم ہے کہ وہ دودھ پلانے والی کا نظم کرے، جو ماں کے پاس آ کر بچہ کو دودھ پلائے، ہاں باپ، اگر کنگھال ہو، دائی کو مزدوری نہیں دے سکتا، بچہ کے پاس بھی کچھ نہیں یا بچہ ماں کے سوا کسی کی چھاتی منھ میں لیتا ہی نہیں تو اس صورت میں عورت کو دودھ پلانے پر قانوناً مجبور کیا جا سکتا ہے۔ (العقود الدریه : باب النفقة ۱/ ۷۹)

اخلاقی یا رابطے والے حقوق

اس سے مراد وہ حقوق ہیں: جن سے ازدواجی زندگی خوش گوار و مبارک ثابت ہوتی ہے، اخلاق یا رابطہ والے حقوق کی کوئی حد وشمار نہیں، عمدہ واعلیٰ اخلاق کا جس قدر مظاہرہ ہوگا جانبین میں اتنی ہی محبت والفت بڑھے گی، ساری خرابیوں اور نحوستوں کی بنیاد بد اخلاقی ہے، ارشاد نبوی ہے: عمدہ اخلاق (خیر ومحبت میں) اضافہ کا باعث ہیں، اور بد اخلاقی نحوست ہے، عمدہ اخلاق کا حامل کامل مؤمن ہوتا ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے یہاں نہایت محبوب ہوتا ہے، آخرت وقیامت میں اللہ کے رسول ﷺ کا مقرب بنتا ہے اور بد اخلاق انسان اتنا ہی محروم ومردود ہوتا ہے، اعلیٰ اخلاق اللہ تعالیٰ کی خاص عطا وانعام ہے، اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اس کو نوازتے ہیں، نبیٔ رحمت ﷺ نے اچھے اخلاق کو اللہ سے مانگنے کی تلقین فرمائی ہے، بھلے ہی آدمی کے نماز، روزے زیادہ نہ ہوں؛ لیکن اخلاق بہر حال اچھے ہونے چاہیے، ایسا بندہ اچھے اچھے عبادت گزاروں کا ہم پلّہ ہوجاتا ہے اور اس کا میزانِ عمل بھاری ہوجاتا ہے، ایک انسان تمام لوگوں کو مال دے کر تو خوش نہیں کرسکتا؛ مگر اچھے اخلاق پیش کر کے سب کا دل جیت سکتا ہے۔

(مجمع الزوائد، باب ماجاء فی حسن الخلق)

سرور دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالی بڑے کریم ہیں، اور کرم واحسان اور اعلیٰ اخلاق ہی کو پسند کرتے ہیں، اور گھٹیا اخلاق کو ناپسند کرتے ہیں۔ (السنن الکبری للبیهقی، باب بیان مکارم الاخلاق: ۲۰۷۸۱)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: اعلیٰ اخلاق کا حاصل یہ ہے کہ آدمی لوگوں کے نرم گرم برتاؤ کو برداشت کرے (غصہ، تیزی، تکلیف دہی کا مظاہرہ نہ کرے)۔

(الآداب الشرعیه لابن المفلح، المتوفی: ۷۶۳ھ، فصل فی حسن الخلق: ۲/۲۰۳)

ذیل میں چند اخلاقی یا رابطے والے حقوق کی نشاندہی کی جاتی ہے:

(۱) شوہر سے ٹوٹ کر محبت کرے

احادیث میں جنتی عورتوں کی تین نشانیاں آئی ہیں: (۱) خاوند سے ٹوٹ کر محبت کرنے والی (۲) خوب بچے جننے والی (۳) ہر طریقہ سے شوہر کو منانے والی۔

(فیض القدیر ، حرف الهمزہ:٤٣٦٩، حدیث حسن)

حضرت علیؓ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت اس عورت کو پسند فرماتے ہیں جو شوہر سے محبت رکھنے والی ہو اور شوہر سے خوش مزاج رہنے والی ہو اور دوسروں سے اپنی عزت کی حفاظت کرنے والی ہو۔ (کنز العمال، ترغیبات تختص بالنساء: ٤٥١٣٠) حضرت عائشہؓ کو بھی رسول ﷺ سے نہ صرف شدید محبت تھی؛ بلکہ شغف وعشق تھا، اس محبت کا اور کوئی دعوی کرتا تو ان کو ملال ہوتا تھا، چنانچہ باہم ازواجِ مطہرات میں اس کا بڑا خیال تھا، کبھی راتوں کو حضرت عائشہؓ بیدار ہوتیں اور آپ ﷺ کو پہلو میں نہ پاتیں تو بے قرار ہوجاتیں، ایک بار شب کو آنکھ کھلی تو آپ ﷺ کو نہ پایا، راتوں کو گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے، ادھر ادھر ٹٹولنے لگیں، آخر ایک جگہ آنحضرت ﷺ کا قدم مبارک ملا، دیکھا تو آپ ﷺ سربسجود مناجات الٰہی میں مصروف ہیں۔ (مؤطا امام مالك ، باب ماجاء فی الدعاء)

ایک سفر میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں آپ علیہ السلام کے ساتھ تھیں، اللہ کے رسول رات کو بلاناغہ حضرت عائشہؓ کے محمل میں تشریف لاتے اور جب تک قافلہ چلا کرتا، باتیں کیا کرتے، ایک دن حضرت حفصہؓ نے کہا: لاؤ ہم دونوں اپنا اپنا اونٹ بدل لیں، رات ہوئی تو حسبِ معمول آپ علیہ السلام حضرت عائشہؓ کے محمل میں تشریف لائے، دیکھا تو حضرت حفصہؓ تھیں، آپ علیہ السلام سلام کر کے بیٹھ گئے، حضرت عائشہؓ تشریف آوری کی منتظر تھیں، جب قافلہ نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہؓ سے ضبط نہ ہو سکا، محمل سے اُتر پڑیں، دونوں پاؤں گھاس پر رکھ دیے اور بولیں: خداوند! میں ان کو تو کچھ نہیں کہہ سکتی؛ تو کوئی بچھو یا سانپ بھیج جو مجھ کو آ کر ڈس

لے۔(بخاری بحوالہ سیرت عائشہؓ:٤٧)

اسماء بنت خارجہؒ اونچے درجہ کے تابعین میں سے ہیں، حضرت علیؓ وابن مسعودؓ رسے وایت کیا ہے،انھوں نے اپنی بیٹی کوشادی کے موقع سے فرمایا تھا: پیاری بیٹی! یوں تو شوہر کے گھر کے آداب وسلیقے سکھلانا عورتوں کا کام ہے؛ (مگر تیری ماں رخصت ہوچکی ہے) اس لیے میرا فرض بنتا ہے کہ میں تجھے نصیحت کروں؛لہذا خیال رکھنا کہ تو اپنے مائیکہ سے اپنے اصل گھر کی طرف جانے والی ہے، وہاں تیری خواب گاہ نامعروف ہے، تیرا رفیق حیات بھی نامانوس ہے؛لہذا (وہاں زندگی گزارنے اور ماحول سازگار کرنے کے لیے) اپنے شوہر کے لیے زمین بن جانا، وہ آسمان بن کر تجھ پرمہربان ہوگا، اس کے لیے بچھونا بن جانا، وہ ستون بن کر تجھ کوسہارا دے گا اور دیکھ اس کی باندی بن کر اس پر مرمٹنا، وہ دیوانہ وار تیرا غلام بن جائے گا۔(احیاء علوم الدین ، کتاب آداب النکاح:٢/٥٨۔ تاریخ دمشق لابن عساکر : اسماء بن خارجه الفزاری الکوفی : ٩/٥١، تحقیق عمرو بن غرامه العمروی)

(٢) اپنے شوہر کی راحت رسانی کا سامان کرے

شوہر کی خدمت وراحت میں کوئی کسر باقی نہ رکھے، اس تعلق سے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی زندگی خواتینِ اسلام کے لیے بہترین نمونہ ہے، یہ پاک ومقدس بیبیاں گھر پر کام کاج سے لے کر اپنے عظیم المرتبت خاوندوں یعنی سرورِ دوعالم ﷺ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کی ہر چھوٹی بڑی خدمت بھی انجام دیا کرتی تھیں،بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو کنگھا کرنے، تیل لگانے، ناخن کاٹنے اور مونچھ صاف کرنے پر بھی عورتوں کو ثواب ملتا ہے۔(ادب النساء ، باب فی ذکر النساء المحسنات لأزواجهن : ٢٥٧-٢٥٨)

حضرت عائشہؓ اپنے سرتاج ﷺ کے لیے تقریباً یہ ساری ہی خدمات انجام دیا کرتی تھیں، حضرت عائشہؓ کی انہی بے شمار خوبیوں اور اوصاف کی وجہ سے سرور دوعالم ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں ان کی منقبت میں یہ عظیم الشان جملہ ارشاد فرمایا تھا: کہ اے عائشہ! مجھے موت اس

لیے آسان معلوم ہوتی ہے کہ میں نے جنت میں تم کو اپنی بیوی ہوتے دیکھا ہے۔ (شرح الزرقانی علی المواهب : عائشۃؓ ام المؤمنین : ۴/ ۳۸۸)

سیدۂ کائنات سیدہ فاطمہؓ ایک دفعہ علیل تھیں؛ لیکن علالت میں بھی رات بھر عبادت میں مصروف رہیں، جب حضرت علیؓ صبح کی نماز کے لیے مسجد گئے تو وہ نماز کے لیے کھڑی ہو گئیں، نماز سے فارغ ہو کر چکی پیسنے لگیں، حضرت علیؓ واپس آ کر ان کو چکی پیستے دیکھا تو فرمایا: اے رسول خدا کی بیٹی! اتنی مشقت نہ اٹھایا کرو، تھوڑی دیر آرام کر لیا کرو، کہیں زیادہ بیمار نہ ہو جاؤ، فرمانے لگیں: خدا کی عبادت اور آپ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے اور اگر ان میں سے کوئی موت کا باعث بن جائے تو اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی کیا ہے۔ (تذکارِ صحابیات: ۱۳۹)

(۳) شوہر کی تعریف اور اس کی خوبیوں کا اعتراف کرے

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مدظلہ خواتین سے خطاب فرماتے ہیں کہ اپنے خاوند کی تعریف کرنا عیب نہیں؛ بلکہ بہت بڑی نیکی اور صحابیات کی سنت ہے، وہ اپنے خاوندوں کی تعریف کرتی تھیں، دیکھیں! جب آپ کسی کی اچھی باتوں پر اس کی تعریف کریں گی تو صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنی بری باتوں کو بھی اچھا بنانے کی کوشش کرے گا؛ مگر آپ تو زبان پر تعریف لانا ہی گوارا نہیں کرتیں، ایسا ہم نے کئی مرتبہ اسٹیڈی کیا ہے، کہ خاوند کی تعریف کرتے ہوئے عورت کی زبان گنگ ہو جاتی ہے، سنیے! سیدہ عائشہ صدیقہؓ نبی علیہ السلام کی کیسی کیسی تعریفیں کرتی تھیں، چنانچہ انہوں نے نبی علیہ السلام کی شان میں اشعار کہے:

لنا شمس وللافاق شمس	ایک آسمان کا بھی سورج ہے اور ایک ہمارا بھی سورج ہے
وشمسی خير من شمس السماء	لیکن میرا سورج آسمان کے سورج سے زیادہ بہتر ہے
فان الشمس تطلع بعد الفجر	اس لیے کہ آسمان کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے
وشمسی تطلع بعد العشاء	اور میرا سورج عشاء کی نماز کے بعد طلوع ہوتا ہے

اب بتائیں! جب بیوی پیار کے ان الفاظ سے خاوند کی تعریف کرے گی تو خاوند کی مَت

ماری گئی کہ وہ بیوی کو پیار نہیں دے گا؟ اس لیے فرمایا کرتی تھیں کہ اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں کبھی میرے محبوب کی جبیں کو دیکھ لیتیں تو اپنے ہاتھوں کو کاٹنے کے بجائے اپنے دل کے ٹکڑے کر بیٹھتیں، کیا آپ نے بھی اپنے خاوند کی محبت میں کوئی فقرہ بولا؟ یا کوئی شعر بولا؟ آخر اللہ نے آپ کو زبان جو دی، اپنی حمد کے لیے اپنے محبوب کے درود کے لیے دی ہے اور اس لیے دی کہ آپ اپنے محسن، اپنے خاوند کی تعریف کریں، اس کا شکر ادا کریں؛ اگر آپ یہ کام نہیں کرتیں تو پھر کیوں شکوے کرتی ہیں، کہ خاوند توجہ نہیں دیتا۔ (مثالی ازدواجی زندگی:۲۴۶)

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت رقیہؓ سے دریافت کیا: عثمانؓ کو تم نے کیسا پایا ہے؟ حضرت رقیہؓ نے جواب دیا: بہت اچھے انسان ہیں، فرمایا: بیٹی! ان کا خوب اکرام کرنا کیوں کہ میرے صحابہ میں وہ اخلاقی اعتبار سے سب سے زیادہ مجھ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ (مستدرك حاكم، ذكر رقيه بنت رسول ﷺ: ٦٨٥٤-٦٨٥٥)

عورت کے سرپرستوں کا بھی کام ہے کہ اس تعلق سے اس کی ذہن سازی کریں اور شوہر کی خوبی و بھلائی اس کے دل میں بٹھائیں، سرورِ دو عالم ﷺ نے جب اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا تو فرمایا: بیٹی! میں نے اپنے رشتہ داروں میں سے سب سے بہتر شخص کا تیرے واسطے انتخاب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ (فضائل فاطمه لابن شاهين: ٢٧-٣٥) نیز فرمایا تیرا شوہر دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں نیکوکاروں میں ہوگا۔ (اتحاف السائل بما لفاطمة من المناقب والفضائل للمناوی: ١/٦٨)

ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ و علیؓ کے درمیان کچھ تلخ کلامی پیش آ گئی تھی تو حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کو علاحدہ چھوڑ کر گھر سے نکل گئے اور مسجد آ کر سو گئے، اللہ کے رسول ﷺ نے (کسی ضرورت سے) حضرت علیؓ کو تلاش کیا نہیں ملے، تو بیٹی کے گھر تشریف لائے، وہاں بھی نہیں پائے تو بیٹی سے فرمایا: شاید تمہارے اور علیؓ کے درمیان کچھ نوک جھونک ہوئی ہے؟ سیدہ نے جواب دیا: ہاں غصہ ہو کر وہ مسجد چلے گئے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ مسجد تشریف لائے تو حضرت علیؓ کو دیکھا،

مٹی میں سوئے ہوئے ہیں، (بڑی محبت وشفقت کے ساتھ) ان سے فرمایا: اے ابوتراب! کیا وجہ سے مٹی میں سو گئے ہو؟ بخدا رسول اللہ کی بیٹی کا حجرہ اس مٹی سے بہتر ہے، حضرت علیؓ فوراً کھڑے ہو گئے اور گھر پہنچ گئے۔ (فضائل فاطمه لابن شاهين : ٢٦) اللہ کے رسول ﷺ نے اس محبت سے اپنے داماد کو ''اباتراب'' مٹی والے فرمایا تھا، کہ ان کو (حضرت علیؓ) اس نام سے زیادہ محبوب کوئی اور نام نہ تھا۔ (بخاری ، باب مناقب علیؓ : ٣٧٠٣)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام کلثومؓ اپنے والد گرامی سرور دوعالم ﷺ کی خدمت میں آ کر کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! فاطمہؓ کے خاوند میرے خاوند سے بہتر ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کچھ دیر خاموش رہے، (بڑی حکمت بھری بات کو بیان) فرمایا کہ بیٹی! تیرے شوہر سے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) محبت رکھتے ہیں، اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو محبوب رکھتا ہے، مزید سنو! اگر تم جنت میں داخل ہو کر ان کا مقام ومرتبہ دیکھ لیتیں تو تم مشاہدہ کرتیں کہ میرے اصحاب میں ان جیسا بلند رتبہ والا کوئی نہیں ہے۔ (المعجم الاوسط:١٧٦٤، رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله وثقوا و فيهم خلاف ۔ مجمع الزوائد :١٤٥٣٢، باب ماجاء فی مناقب عثمانؓ)

(۴) شوہر کے سامنے بن سنور کر رہے

ازدواجی زندگی میں جن امور کی بہت زیادہ اہمیت ہے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کے لیے زیب وزینت اختیار کرے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائے کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس آتے ہیں؟ تو صحابہ سے فرماتے ہیں کہ ابھی فوراً گھروں میں داخل نہ ہوں ؛ بلکہ عورتوں کو ذرا مہلت دو کہ بالوں کو ٹھیک کر لیں اور صاف کر لیں۔ (بخاری) اس حدیث میں سفر سے آنے والوں کو نبی ﷺ حکم فرماتے ہیں کہ ابھی فوراً اچانک گھروں میں داخل نہ ہوں اور عورتوں کو ذرا مہلت دو کہ وہ بالوں میں کنگھی کر لیں اور غیر ضروری بالوں کو استرے سے صاف کر کے زینت اختیار کر لیں۔

ملا علی قاریؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: معنیٰ یہ ہیں کہ اس وقت تک ٹھہر جاؤ کہ عورتیں اپنے شوہروں کے لیے زیب وزینت کرلیں اور اپنے آپ کو شوہر کے لیے تیار کرلیں۔ (جواہر شریعت: ۱۳۱/۳)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے علی! عورتوں کو حکم دو کہ بغیر زیور کے نماز نہ پڑھیں اور انہیں کہو کہ مہندی سے اپنی ہتھیلیاں متغیر کردیں اور اپنی ہتھیلیوں کو مردوں کی ہتھیلیوں کے مشابہ نہ کریں۔ (کنزالعمال: ٤٠٦٤٥)

حضرت اسماء بن خارجہؓ نے اپنی بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی تاکید کی کہ اپنے شوہر کی ناک، کان اور نگاہوں سے چوکنا رہنا، وہ اپنی ناک سے صرف تیری خوشبو ہی سونگھے، اپنے کانوں سے اچھی بات ہی سنے اور نگاہوں سے صرف خوبصورتی ہی کو دیکھے۔ (احیاء العلوم، کتاب آداب النکاح: ۵۸/۲)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ اپنے مواعظ میں فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ بیوی کا قصہ ہے کہ وہ رات کو بعد نمازِ عشاء کے خوب زینت کرتیں، عمدہ لباس پہنتیں، زیور سے آراستہ ہو کر کنگھی سرمہ لگاتیں اور اس حالت میں شوہر کے پاس آکر ان سے دریافت کرتیں: کہ تم کو میری حاجت ہے؟ اگر وہ کہہ دیتے: ہاں تو ان کے پاس کچھ دیر لیٹ جاتیں اور اگر وہ کہتے مجھے حاجت نہیں تو کہتی کہ اچھا اب مجھے اجازت دو کہ میں اپنے خدا کے ساتھ مشغول ہو جاؤں، چنانچہ شوہر کی اجازت کے بعد وہ اپنا لباس اور زیور اتار کر رکھ دیتیں اور کمبل اور ٹاٹ کا لباس پہن کر تمام رات عبادت کرتیں، تو دیکھیے! یہ بزرگ بیوی ایک وقت میں کیسی زینت کرتیں اور دوسرے وقت کمبل اور ٹاٹ میں رہتیں، اب اگر کوئی زینت کے وقت ان کو دیکھتا تو یہی کہتا: یہ کیسی بزرگ ہے؟ جو اس قدر زیب وزینت کا اہتمام کرتی ہیں؛ مگر کسی کو کیا خبر کہ وہ کس لیے زینت کرتی تھیں، وہ نفس کی خواہش کے لیے ایسا نہ کرتی تھیں؛ بلکہ حکمِ شریعت کی وجہ سے زینت کرتی تھیں؛ کیوں کہ شریعت کا حکم ہے کہ عورت کو شوہر کے لیے زیب وزینت کرنا چاہیے، اس صورت میں اس کو زینت کرنے سے ثواب ملتا ہے؛ مگر آج کل عورتوں کی یہ حالت ہے کہ شوہر کے سامنے تو

بھنگیوں کی طرح رہتی ہیں، جب کسی برادری میں جاتی ہیں تو سر سے پیر تک آراستہ ہوتی ہیں، اور اگر کوئی بے چاری شوہر کی خاطر زینت کرلے تو اس کو برا بتاتی ہیں کہ ہائے اسے حیا و شرم ذرا نہیں کہ اپنے میاں کے واسطے کیسے کیسے چوچلے کرتیں ہیں، افسوس کہ جس جگہ زینت کا حکم تھا، وہاں پر تو اس پر طعن ہوتا ہے اور جہاں ممانعت ہے، وہاں اہتمام کیا جاتا ہے۔(جواھر حکیم الامت :٤/٤٤٧)

اصحابِ افتاء کا کہنا ہے کہ: اگر کسی عورت کے بال کالے نہ ہوں اور وہ اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے کالا خضاب لگانا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔(دارالافتاء والقضاء بنوریہ: فتویٰ نمبر:۳۷۵۴۳ مورخہ ۱۰/۹/ ۲۰۰۷ وکذا تکملہ فتح الملہم ۴/۱۴۹)

فقہاء کا فرمان ہے کہ زینت کے ترک کرنے پر شوہر اپنی بیوی کو سزا دے سکتا ہے۔

(البحرالرائق، حد او عزر فمات :٥/٥٣)

اس سے اندازہ لگایئے کہ عورت کے لیے زینت کا اختیار کرنا کس قدر ضروری اور اہم ہے، زینت، نظافت وصفائی میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں کہ منھ کو مسواک یا کسی اور چیز سے صاف کرے اور جسم اور کپڑوں کو عطر خوشبو سے معطر کرے اور صاف ستھرے کپڑے پہنے، بالوں میں کنگھی کرے، زیرناف اور بغلوں کے بالوں کو صاف کرے وغیرہ۔(جواھر شریعت :٣/١٣٣)

(۵) شوہر کے دکھ درد میں برابر شریک ہو

شوہر کے دکھ درد میں شریک ہونا اور پریشانی کے وقت اس کو تسلی دینا صحابیات کی سنت ہے، جب رسولِ خدا ﷺ پر پہلی بار وحی نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام کو سخت گھبراہٹ لاحق ہوئی ،قلبِ مبارک زور زور سے دھڑک رہا تھا، گھر تشریف لائے، اپنی اہلیہ حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: مجھ کو چادر اُڑھا دو، مجھ کو چادر اُڑھا دو، چنانچہ چادر اُڑھا دی گئی، جب گھبراہٹ کچھ دور ہوئی تو سرور دوعالم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو نزولِ وحی کا پورا قصہ سنایا اور ساتھ ہی فرمایا: مجھے اپنی جان کا خطرہ معلوم ہو رہا ہے، ایسے نازک موقع پر حضرت خدیجہؓ نے اللہ کے رسول ﷺ کو زبردست تسلی دی اور یوں فرمایا: ہرگز ایسا نہ ہوگا، بخدا اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں،

بے سہاروں کو سہارا دیتے ہیں، بے سروسامان لوگوں کو مال کما کردیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں، حضرت خدیجہؓ نے اسی پر بس نہیں کیا؛ بلکہ فوری طور پر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل جو عیسائی مذہب کو اختیار کر چکے تھے اور انجیل کی تعلیمات سے واقف تھے، ان کے پاس لے گئے، حضرت ورقہ بن نوفل کو پوری صورت حال سنائی گئی، انہوں نے سن کر آپ علیہ السلام کو نبوت ملنے کی خبر دی۔ (بخاری ، کیف کان بدء الوحی :۳)

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اللہ تعالیٰ اس عورت کو پسند کرتا ہے جو اپنے خاوند کا دل بہلاتی ہے۔(کنز العمال : ۴۵۱۳۰)

عبدالملک بن حبیب نے اپنی سند سے روایت کیا ہے: ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میری بیوی کا سلوک یہ ہے کہ جب میں اس کے پاس فکرمند اور غمگین حالت میں آتا ہوں تو وہ میری چادر کے کنارے سے میرے چہرے کو صاف کرتی ہے، پھر کہتی ہے: اگر آپ کو دنیا کی فکر ستاتی ہے، تو آپ اطمینان رکھو کہ اللہ نے آپ سے اس کو دور کر دیا ہے، اور اگر آپ کا فکر و غم آخرت کا ہو تو اللہ اس میں اور اضافہ کرے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسی عورت کو شہداء کا اجر و ثواب ہے۔(ادب النساء :۴۰)

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیوی ہے جب میں اس کے پاس آتا ہوں تو وہ کہتی ہے: مرحبا خوش آمدید! میرا اور میرے گھر کا سردار تشریف لایا، جب وہ مجھے پریشان دیکھتی ہے تو کہتی ہے: تجھے دنیا غم زدہ نہیں کرسکتی ، تجھے آخرت کافی ہے، اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے خبر دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عاملین میں سے عمل کرنے والی ہے اور اس کے لیے مجاہد کا نصف اجر و ثواب ہے۔(کنز العمال اردو: ۴۵۱۵۰)

طالب الہاشمی لکھتے ہیں: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سلطان الفقراء تھے، فاطمۃ الزہراؓ نے بھی فقر و فاقہ میں ان کا پورا ساتھ دیا، جلیل القدر والد شنشہاہِ عرب؛ بلکہ شہنشاہِ دو جہاں تھے؛ لیکن داماد بیٹی پر کئی وقت کے فاقے گزر جاتے تھے، ایک دن دونوں میاں بیوی آٹھ پہر سے بھوکے

تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہیں سے مزدوری میں ایک درہم مل گیا، رات ہو چکی تھی، ایک درہم کے جَو کہیں سے خرید کر گھر پہونچے، فاطمہ بتولؓ نے ہنسی خوشی اپنے نامدار شوہر کا استقبال کیا، جَو ان سے لے کر چکی میں پیسے، روٹی پکائی اور علی مرتضیٰؓ کے سامنے رکھ دی، جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھی، حضرت علیؓ فرماتے ہیں: مجھے اس وقت سید البشر ﷺ کا ارشاد یاد آیا کہ فاطمہ دنیا کی بہترین عورت ہے۔ (تذکارِ صحابیات: ۱۳۲)

(۶) شوہر کی مزاج شناس ہو

حضرت عائشہؓ نے نو برس کی شب وروز کی طویل صحبت میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی حکم کی مخالفت نہیں کی؛ بلکہ انداز واشارہ سے بھی کوئی بات ناگوار سمجھیں تو فوراً ترک کردیں، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے بڑے شوق سے دروازہ پر ایک تصویر والا پردہ لٹکایا، آپ علیہ السلام نے اندر داخل ہونے کا قصد فرمایا تو پردہ پر نظر پڑی، فوراً تیوری پر بل پڑ گئے، حضرت عائشہؓ یہ دیکھ کر سہم گئیں، عرض کیں یا رسول اللہ! قصور معاف، مجھ سے کیا خطا سرزد ہوگئی، فرمایا: جس گھر میں تصویریں ہوں، فرشتے نہیں داخل ہوتے، یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فوراً پردہ چاک کردیا اور اس کو اور مصرف میں لے آئیں۔ (صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب التصاویر)

ایک صحابی کو ولیمہ کی دعوت کرنی تھی؛ لیکن گھر میں سامان نہ تھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ، عائشہ سے جاکر کہو: غلہ کی ٹوکری بھیج دیں، انہوں نے آکر حضرت عائشہؓ کو پیغام سنایا، اسی وقت حضرت عائشہؓ نے پوری ٹوکری اٹھوادی اور گھر میں شام کے وقت کھانے کو کچھ نہیں رہا۔
(مسند احمد ابن حنبل: ۴/۵۸ ۷)

ایک دفعہ ایک عورت نے آکر یہ پوچھا کہ ام المؤمنین مہندی لگانا کیسا ہے؟ جواب دیا: حرام تو نہیں؛ مگر مجھ کو پسند نہیں؛ کیوں کہ میرے محبوب ﷺ کو اس کا رنگ پسند تھا، بو پسند نہ تھی۔
(سنن نسائی: کراهية ريح الحناء: ۵۰۹۰۔ مسند احمد: ۲۴۸۶۱)

عرب میں سرخ رنگ کی مٹی ہوتی ہے، جس کو مغرہ کہتے ہیں، اس سے کپڑے رنگا کرتے

تھے، یہ رنگ آپ ﷺ کو نہایت ناپسند تھا، ایک دفعہ حضرت زینبؓ اس سے کپڑے رنگ رہی تھیں، آپ ﷺ گھر میں آئے اور دیکھا تو واپس چلے گئے، حضرت زینب سمجھ گئیں، کپڑے دھوڈالے، آنحضرت ﷺ دوبارہ تشریف لائے اور جب دیکھ لیا کہ اس رنگ کی کوئی چیز نہیں، تب گھر میں قدم رکھا۔(ابوداؤد : کتاب اللباس)

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ حضرت زبیرؓ کے نکاح میں تھیں، شوہر کی نہایت خدمت گزار اور مزاج شناس تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن کوئی شخص ہمارے گھر کے دروازہ پر آیا اور مجھ سے کہنے لگا: بی بی میں فقیر آدمی ہوں، تمہارے گھر کے سایہ میں بیٹھ کر دوکانداری کرنا چاہتا ہوں، حضرت اسماءؓ کے مزاج میں ہمدردی اور غرباء پروری خاندانی وعلاقائی تھی؛ مگر ساتھ میں بڑی سمجھ دار اور شوہر کی طبیعت سے واقف بھی تھیں، سائل سے کہنے لگیں: اگر میں تم کو اجازت دے بھی دوں تو میرے خاوند اس کو تسلیم نہیں کریں گے، بہتر یہ ہے کہ تم میرے خاوند کی گھر پر موجودگی کے وقت آؤ اور اپنا معروضہ پیش کرو، چنانچہ وہ شخص دوبارہ حضرت زبیرؓ کی موجودگی میں آیا اور آواز دے کر کہا: بی بی میں غریب فقیر آدمی ہوں، تمہارے گھر کے سایہ میں بیٹھ کر کاروبار کرنا چاہتا ہوں، حضرت اسماء نے اس کو بتکلف جواب دیا: کیا پورے مدینہ میں تجھے ہمارے گھر کے سوا کوئی اور گھر نہیں ملا؟ اس پر حضرت زبیرؓ نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ کی بندی! بے چارے فقیر آدمی کو دوکانداری کرنے سے کیوں منع کرتی ہو، غرض اس طرح حضرت اسماءؓ کی حکمت وسمجھ داری سے اس شخص کو اجازت مل گئی اور وہ کمائی دار ہونے تک وہاں کاروبار کرتا رہا۔(مسلم مع اکمال المعلم :باب جواز ارداف المرأةالاجنبية :۲۱۸۲–۷/۷۸)

(۷) شوہر کے رشتہ داروں کو اپنا رشتہ دار سمجھے

عورت پر لازم ہے کہ شوہر کے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے، شوہر کی ماں کو اپنی ماں اور شوہر کے باپ کو اپنا باپ سمجھے، بہن کو اپنی بہن سمجھے، اسی طرح دیگر رشتہ داروں کو درجہ بدرجہ مقام دے کر، اس درجہ ومقام کے لحاظ سے ان کو دیکھے اور اس کے

مناسب ان سے سلوک کرے، علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: عورت پر واجب ہے کہ شوہر کے خاندان والوں اوراس کے رشتہ داروں کا اکرام کرے۔(الکبائر :۱۷۵)

آج کل امت میں جوامراض اور بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں،جن سے معاشرہ فاسد،خراب اور متعفن ہوگیا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت شادی ہوتے ہی شوہر کواس کے رشتہ داروں اور والدین سے جدا کرنے کی فکر کرتی ہے اوراس کی تحریک شروع کر دیتی ہے،شوہر کے والدین سے بدسلوکی ،شوہر کے بھائی بہنوں سے لڑائی جھگڑا اوراس کے رشتہ داروں سے نفرت وکراہت اوران کی توہین وتذلیل، آخر کارنوبت یہاں تک پہونچتی ہے کہ یہ اوراس کے خاندان میں نفاق وشقاق پیدا ہوجاتا ہےاور جدائی وفراق کے حالات بن جاتے ہیں،(حالاں کہ)اسلام تو اتحاد واتفاق ، پیار ومحبت کا سبق دیتا ہے اور یہاں اس کے خلاف نفاق وشقاق اورفراق کی باتیں ہوتی ہیں،عورت کو چاہیے کہ اس روش سے دور رہے اور شوہر کے تمام اہلِ خاندان کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کے ساتھ رہے۔(جواہرِشریعت :۱۳۸/۳)

پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ فرماتے ہیں: خاوند کے قرابت داورں کے ساتھ اچھا سلوک رکھیں ،اس لیے کہ فرمان نبوی ﷺ ہے: ’’الدین النصیحۃ‘‘ دین سراسر خیر خواہی ہے اور خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ خاوند کے ماں باپ ،بہنیں جو بھی لوگ ہیں،ان کے ساتھ آپ شرعی اعتبار سے پیار کا تعلق رکھیں تا کہ اس کی وجہ سے درمیان میں کوئی جھگڑے پیدا نہ ہوسکیں،اس کو اپنی ذمہ داری سمجھیں، پھر دیکھنا اس کی وجہ سے اللہ کی طرف سے کتنی برکتیں آئیں گی ،خاوند کے قرابت داروں سے اگر آپ جھگڑے چھیڑیں گی تو سمجھ لینا کہ میں خود اپنے خاوند سے جھگڑے چھیڑ رہی ہوں کہ جو کچھ ہو ماں ،ماں ہوتی ہے ،بہن ، بہن ہوتی ہے ، بھائی ، بھائی ہوتا ہے ، خاوند آپ کو حق پہ سمجھتے ہوئے وقتی طور پر آپ کی بات مان بھی لے گا ، پھر بھی وہ اس چیز کو دل سے برا سمجھے گا کہ اس نے میرے قریب والوں کی برائی کیوں کی ،تو ایک اصول بنالیں کہ خاوند کے قرابت داروں سے ہمیشہ اچھا سلوک رکھیں ،اس لیے کہ خاوند کے قریبی ہیں، جب خاوند ان کو قریب سمجھتا ہے تو آپ بھی ان

کوقریب سمجھیں، یہ چیز اجر کا باعث بن جائے گی۔(مثالی ازدواجی زندگی:۲۱۲)

اللہ کے رسول ﷺ نے ساس کو بھی ماں کے درجہ میں رکھا ہے اور قرآن پاک میں خسر کو عورت کا ابدی محرم قرار دیا، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد مبارک یہ ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جو عورت بھی اپنی دو ماؤں (ساس اور حقیقی ماں) کے گھر کے علاوہ کسی اور گھر میں کپڑے اتارتی ہے تو وہ اللہ کے قائم کردہ پردہ کو پامال کرتی ہے۔(رواہ احمد والطبرانی وابن عساکر ،عن ام الدرداء ، کنز العمال ، ترهيبات وترغيبات تختص بالنساء :٤٥٠٩٨)

سورۂ نور میں صاف صراحت ہے کہ عورت کا جیسے اپنے باپ سے کوئی پردہ نہیں ،شوہر کے باپ سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے۔(النور:۳۱)

حضرتِ عائشہؓ کو اپنے خاوند رسول ﷺ کے قرابت داروں کا اتنا خیال تھا کہ ان کی کوئی بات ٹالتی نہ تھیں، ایک دفعہ عبداللہ بن زبیرؓ سے خفا ہو کر ان سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھی تھیں؛ لیکن جب آنحضرت ﷺ کے ننہیالی لوگوں نے سفارش کی تو انکار نہ کرسکیں۔(بخاری، باب مناقب قريش : ٣٥٠٣)

آپ علیہ السلام کے دوستوں کی بھی اتنی ہی عزت کرتی تھیں اور ان کی کوئی بات بھی رد نہ کرتی تھیں۔(بخاری : كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة:٧٣٢٨)

حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ کی سوتیلی اولاد تھیں، وہ جب حضرت علی مرتضیٰؓ سے بیاہ دی گئیں تو شادی کے لیے جن ماؤں نے سامان درست کیا تھا ان میں حضرت عائشہؓ بھی تھیں اور آنحضرت ﷺ کے حکم سے انہوں نے خاص طور پر اس کا اہتمام کیا تھا، مکان لیپا، بستر لگایا، اپنے ہاتھ سے کھجور کی چھال دھن کر تکیہ بنائے، چھوہارے اور منقے دعوت میں پیش کیے، لکڑی کی ایک الگنی تیار کی کہ اس پر پانی کی مشک اور کپڑے لٹکائے جائیں، وہ خود بیان کرتی ہیں کہ فاطمہؓ کے بیاہ سے کوئی اچھا بیاہ میں نے نہیں دیکھا، شادی کے بعد حضرت فاطمہؓ جس گھر میں گئیں، اس میں اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں صرف ایک دیوار کا فصل تھا، بیچ میں ایک دریچہ تھا، جس سے کبھی کبھی باہم گفتگو ہوتی تھی۔(سیرتِ عائشہ:۸۰)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں یہ بات نہیں کہی گئی ہے کہ عورت کو شوہر کے والدین کی خدمت نہیں کرنی چاہیے؛ اگر شوہر کے والدین بہو کی خدمت کے محتاج نہ ہوں تب تو ان کی خدمت استحباب کے درجہ میں ہے، اور اخلاقی واجبات میں ہے اور اگر وہ خدمت کے محتاج ہوں اور دوسرا کوئی خدمت کرنے والا نہ ہو تو بہو پر واجب ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے مطابق ان کی خدمت کرے؛ کیوں کہ ساس سسر بھی والدین کے حکم میں ہیں، تو جیسے بوقتِ ضرورت والدین کی خدمت واجب ہے اور جیسے والدین کی خدمت سعادت ہے اور باعثِ اجر وثواب ہے، اسی طرح ساس سسر کی خدمت بھی باعث اجر وثواب ہے۔ (روزنامہ منصف، جمعہ ایڈیشن: مینارۂ نور: ۲۰۱۴)

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ یہ ہے کہ: شوہر کی وجہ سے عورت کے ساس سسر، والدین کے حکم میں ہوتے ہیں اور بہو، بیٹی کے درجہ میں ہوتی ہے، اس لیے عورت کو چاہیے کہ حسبِ ہمت وطاقت، اپنے حقیقی ماں باپ اور شوہر کی طرح ساس سسر کی بھی خدمت کرے، یہ درحقیقت شوہر کی خدمت کا حصہ اور اخلاقی تقاضہ ہے، البتہ شرعی اعتبار سے (عام حالات میں) عورت پر ساس سسر کی خدمت نہ قضاءً واجب ہے نہ دیانۃً، صرف شوہر کی خدمت دیانۃً واجب ہے، لہٰذا اگر وہ ساس سسر کی خدمت کے لیے راضی نہ ہو تو شوہر اسے اس پر مجبور نہیں کرسکتا اور اگر وہ اپنی مرضی سے ساس سسر کی خدمت کرے تو سسر کی کوئی جسمانی خدمت نہ کرے ورنہ شوہر سے اس کا رشتہ خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے اور ساس سسر کو بھی چاہیے کہ بہو کو بیٹی کی طرح رکھیں اور اس کی معمولی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا کریں اور اگر کسی بات پر تنبیہ کرنا ہو تو محبت وشفقت کے ساتھ تنبیہ کریں، اگر وہ ایسا کریں گے تو ان شاء اللہ گھر کا ماحول عمدہ ہوگا اور ساس بہو کے جھگڑوں سے محفوظ رہے گا۔

(فتویٰ آن لائن دیوبند: معاشرت اخلاق وآداب: ۵۲۸۲۲-۱۵ / مئی ۲۰۱۴ء)

شوہر کے گھر میں اس کے ماں باپ کے علاوہ بھائی بہن بھی رہتے ہوں تو عورت ان کا بھی خیال رکھے، تاہم سب افرادِ خانہ حدودِ شرع کا لحاظ رکھیں، ایک کی وجہ سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو، دیور، جیٹھ عورت کے لیے نامحرم ہوتے ہیں، ان سے اختلاط وبے تکلفی فتنہ وفساد کا باعث ہے،

فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ خوفِ فتنہ کی صورت میں آدمی کا اپنی جوان سوتیلی والدہ یا ساس کے ساتھ کسی مکان میں تنہائی کرنا ناجائز اور مکروہ ہے، حالاں کہ یہ دونوں خواتین آدمی کے لیے ابدی محرم ہیں، ایسے ہی بہو وخسر کا تنہا مکان میں ہونا خلافِ احتیاط ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶/۱۹۴۔۱۹۷)

مفسرِ قرآن حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری ارقام فرماتے ہیں: جیٹھ، دیور، بہنوئی، چچا، ماموں اور پھوپی، خالہ کے لڑکے بھی غیر محرم ہیں؛ کیوں کہ ان سے نکاح جائز ہے ؛ مگر ہمارے معاشرہ میں ان سے کامل پردہ مشکل ہے، اول تو ہندوستانی مسلمانوں کی معیشت کمزور ہے، ہر ایک کا گھر علاحدہ نہیں ہوسکتا، دوم ہندو معاشرہ کا مسلمانوں کے معاشرہ پر اثر پڑا اور اختلاط عام ہوگیا، اس لیے ان کے معاملہ میں دو شرطوں کے ساتھ تخفیف مناسب معلوم ہوتی ہے:

اول: بغیر اجازت لیے یہ لوگ اچانک گھر میں نہ آئیں، جب بھی آئیں پہلے آگاہ کریں تا کہ عورت خود کو سنبھال لے اور مذکورہ اعضاء یعنی چہرہ، ہتھیلی اور پیر کے علاوہ باقی جسم کو ڈھانک لے۔

دوم: یہ لوگ تنہائی میں جمع نہ ہوں، اور بے تکلفی سے باتیں نہ کریں، حدیث میں ہے کہ عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو، ایک انصاری نے پوچھا: جیٹھ، دیور کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جیٹھ، دیور موت ہے، یعنی بڑا فتنہ ہے؛ کیوں کہ جیٹھ، دیور کی بھاوج سے بے تکلفی ہوتی ہے، اس لیے فتنہ پیش آنے میں دیر نہیں لگتی اور یہی حکم سالیوں کا ہے، ان کے ساتھ بھی بہنوئی کی بے تکلفی ہوتی ہے، اس لیے فتنہ پیش آتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیٹھ، دیور اگر چہ غیر محرم ہیں ؛ مگر چوں کہ ان کے ساتھ ہر وقت رہنا ہوتا ہے، اس لیے ان کے ساتھ تنہائی اور بے تکلفی تو جائز نہیں ؛ مگر باقی پردہ میں تخفیف ہے، واللہ اعلم۔ (ہدایت القرآن : سورۃ النور : ۳۱)

ایک ناگوار حل

خدانخواستہ اگر کہیں مشترکہ خاندانی نظام جھگڑے وفساد کی شکل اختیار کر گیا ہو اور جہالت وبد اخلاقی کی وجہ سے ہر روز ایک نیا مسئلہ کھڑا کیا جارہا ہو تو ایسے سنگین حالات میں مناسب وبہتر یہی ہے کہ عورت کو علاحدہ مکان میں رکھا جائے، تا کہ قطع رحمی اور فرقت کی نوبت نہ آئے۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اسی نوعیت کے ایک مسئلہ میں فرماتے ہیں: زید کو اس حالت میں یہ کرنا چاہیے کہ اپنی زوجہ کو لے کر علاحدہ رہے اور والدین کی خدمت اور فرمانبرداری کرتا رہے اور جو کچھ ان کا حق ہے ادا کرے تاکہ دارین میں فلاح پاوئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ۸/۴۱۲)

(۸) اپنے شوہر کی دینی لحاظ سے خیر خواہی کرے

صحابۂ کرامؓ نے رسول ﷺ سے عرض کیا: اگر ہم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ کون سی دولت بہتر ہے، تو ہم اس کو اکٹھا کر لیتے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: افضل ترین دولت ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور وہ ایمان دار بیوی ہے، جو ایمان اور آخرت کے کاموں پر اپنے خاوند کی مدد کرے۔(ترمذي: باب ومن سورة التوبه:٣٠٩٤، حديث حسن - مسند احمد من حديث ثوبان :٢٢٤٣٧)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: غور کیجیے! اللہ کے رسول ﷺ نے نیک بخت بیوی کو شکر اور ذکر کے ساتھ کیسے اکٹھا فرمایا۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ معروف دعا "ربنا أتنا في الدنيا حسنة" میں حسنہ سے مراد نیک بخت بیوی ہے، گویا ایسی بیوی ملنے کی دعا کرنے کی تعلیم کی گئی۔(احياء العلوم، كتاب آداب النكاح :٢/ ٣١)

ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں: نیک بخت بیوی دنیا میں سے شمار نہیں کی جاتی، اس لیے کہ وہ آدمی کو آخرت کے لیے فارغ کر دیتی ہے، گھریلو کاروبار وانتظام کو سنبھال لیتی ہے اور آدمی کے جنسی تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہے، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: کہ بندہ کو ایمان کے بعد کوئی چیز نیک بخت عورت سے بہتر مرحمت نہیں ہوئی، سرکار دو عالم ﷺ کے منجملہ فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام کی ازواج مطہرات طاعات وعبادت کے معاملہ میں آپ علیہ السلام کی مددگار تھیں۔(احياء العلوم - حواله سابق)

سرور دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جو رات کو عبادت کے لیے کھڑا ہو، پھر اپنی بیوی کو بھی جگایا، پھر اس نے بھی نماز پڑھی؛ اگر بیوی نے اٹھنے میں پس

وپیش کیا تو اس نے اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے، اور اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم کرے ، جورات کو کھڑے ہوکر نماز پڑھی اور اپنے شوہر کو بھی جگائی، اگر اس نے بھی سستی کی تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔(ابوداؤد ، باب قیام اللیل ،عن أبی هريرة:١٣٠٨)

جوآدمی رات کوخود بیدار ہوا اور اپنی بیوی کو بھی جگایا، پھر دونوں نے دو رکعتیں پڑھیں تو وہ کثرت سے ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں میں سے لکھ دیئے جاتے ہیں۔

(ابوداؤد،عن أبی هريرة:١٣٠٩)

سرکارِ دوعالم ﷺ کا معمول تھا کہ رات کو جب اپنی تہجد پورا فرمالیتے اور وتر ادا کرنے کا ارادہ کرتے تو حضرت عائشہؓ کو بھی بیدار فرمادیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ بھی اپنی شب بیداری میں آدھی رات بعد اپنے گھر والوں کو " الصلوٰۃ، الصلوۃ" نماز، نماز کہہ کر جگادیا کرتے تھے۔
(لطائف المعارف:١٨٦/١)

حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ ایک بادشاہ گزرے ہیں، ان کی بادشاہت میں ترقی واضافہ ہوا تو ان کے زہد وتقویٰ میں بھی عروج آیا، بالآخر وہ صوفیاء کرام کے طبقہ میں شامل ہوئے ، ان کی صاحبزادی کو بڑے بڑے شاہوں کے پیغامات آئے ؛ مگر انہوں نے ان میں کسی کے ساتھ بھی صاحبزادی کا نکاح نہیں کیا؛ بلکہ وہ اس غرض کے لیے مساجد کا چکر لگایا کرتے تھے، اسی دوران انہوں نے ایک نہایت خستہ حال شخص کو دیکھا، جوعمدگی سے نماز پڑھتا تھا، اس سے کہنے لگے: کیا تمہاری شادی ہوچکی ہے؟ اس نے کہا: نہیں ، پوچھا: کیا تم کو ایک ایسی عورت میں رغبت ہے جوخوبصورت بھی ہے اور بہترین قرآن پڑھنے والی ہے، اس نے کہا: دل تو بہت چاہتا ہے؛ مگر میں غریب آدمی ہوں، کوئی میری شادی نہیں کراتا، فرمایا: کیا تمہارے پاس دو درہم بھی نہیں ہیں؟ اس نے کہا: موجود ہیں، فرمایا: ایک درہم کی روٹی خریدلو اور ایک درہم کی خوشبو، تمہاری بات بن گئی، اس نے یہ کام کرلیا، تو شاہ صاحب نے اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کردیا، پاکباز بیٹی جب اس فقیر کے گھر میں داخل ہوئی تو معاً اس کی نظر روٹی کی ایک ٹکیا پر پڑی، (جسے اٹھا کر رکھا گیا تھا) لڑکی اپنے پیچھے کی طرف ہٹ گئی تو خاوند نے وجہ دریافت کی: لڑکی نے کہا: میں ایسی حالت میں رات گزارنا پسند

نہیں کرتی کہ گھر میں کل کے لیے کچھ اٹھا کر رکھا گیا ہو، یا تو اس کو گھر سے نکال کر صدقہ خیرات کر دو، یا پھر میں ہی گھر سے نکل جاؤں گی، حیرت زدہ خاوند نے روٹی کی اس ٹکیہ کو گھر سے نکال دیا تو لڑکی کو خوشی اور چین آیا اور وہ اس کے پاس رہ گئی۔ (مرأة الجنان وعبرة اليقظان: ۱/ ۱٤۹)

لقمان حکیم کا قول ہے: نیک عورت کی مثال اس تاج کی ہے جو بادشاہ کے سر پہ ہوتا ہے اور بری عورت وہ بھاری بوجھ کے مانند ہے جو کسی بوڑھے کی پیٹھ پر ہو۔ (نوادر الاصول فی أی النساء خیر: ۲/ ۱٥۳)

(۹) شکرگزاری کو اپنا شعار بنالے

حضرت اسماء بنت یزیدؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ہم عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ علیہ السلام نے ہم کو سلام کیا اور فرمایا: انعام واحسان کرنے والے (شوہروں) کی ناشکری سے بچو، ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! انعام واحسان کرنے والے (شوہروں) کی ناشکری کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا: ایسا ہوتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے ماں باپ کے گھر زمانۂ دراز تک بن بیاہی بیٹھی رہتی ہے اور اس کی عمر ڈھلنا شروع ہو جاتی ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اسے خاوند عطا فرماتا ہے اور اس خاوند سے مال واولاد دیتا ہے، پھر عورت کو کچھ غصہ آتا ہے، تو اللہ کی قسم کھا کر اپنے شوہر سے یوں کہتی ہے: میں نے تمہاری جانب سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی، یہی اللہ کی نعمتوں کی ناقدری ہے اور یہی انعام احسان کرنے والوں کی ناشکری ہے۔ (مسند احمد الارنووط، حدیث اسماء بنت یزید: ۲۷٥٦۱)

امام مالکؒ کی بیٹی نے اپنی بہن کی رخصتی کے موقع پر عمدہ نصیحت کی تھی: پیاری بہن! شوہر پر اپنے احسان کو نہایت معمولی سمجھنا؛ کیوں کہ وہ دراصل تیرا خود پر احسان کرنا ہے اور شوہر نے تجھ پر جو احسان کئے ہیں ان کو عظیم الشان سمجھنا؛ کیوں کہ یہ شوہر کی عنایات میں اضافہ کا باعث ہے۔
(ادب النساء: ٤٦)

بیوی کے قانونی حقوق شوہر پر

ارشادِ ربانی ہے: اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) ان پر حاصل ہیں (البقرہ: ۲۲۸) ضحاکؒ کہتے ہیں: جب بیویاں اللہ کی اطاعت میں رہیں اور اپنے شوہروں کی بھی اطاعت کریں تو مرد پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اپنی اذیتوں سے اس کو بچائے اور اپنی وسعت کے مطابق اس پر خرچ کرے، ابوزیدؒ کہتے ہیں: مرد بھی عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈریں جیسے عورتوں کو مردوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا ضروری ہے۔ (المغنی لابن قدامه : کتاب عشرة النساء :۷/۲۹۳)

قانونی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں: جو ایک طرح سے نکاح کے اجزائے ضروریہ میں سے ہیں، اگر اس سلسلہ میں شوہر کوتاہی یا حق تلفی کرے تو شریعت اسے پابند بناتی ہے اور قاضی اپنے اختیارات کو استعمال کر کے نکاح کو فسخ بھی کرسکتا ہے۔

(۱) نان و خوراک دینا

ارشادِ ربانی ہے: اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے۔ (البقرة:۲۳۳)

حضرت معاویہ قشیریؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول سے کہا: ہم پر ہماری بیوی کا کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا: جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اس کو پہناؤ۔ (ابوداؤد: باب فی حق المرأة علی زوجها:۲۱۴۲) ایک اور روایت میں ہے کہ آگاہ رہو! عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ ان کے کھانے، کپڑے کے معاملہ میں تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (ترمذی :باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها:۱۱۶۳)

حضرت حسین بن یحییٰ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: شوہر پر بیوی کا یہ حق ہے کہ اس کو پیٹ بھر کر کھلائے، اس کے بدن پر کپڑا پہنائے اور اسے کتاب اللہ کی تعلیم دے۔(ادب النساء :باب ما جاء فی حق الرجل علی المرأة:۱۹۳)

فقہائے اسلام کا بیان ہے: شوہر پر بیوی کا نفقہ باجماع امت لازم ہے، اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ بیوی شوہر کے ایک مطلوب ومقصود حق کی بنیاد پر اس کے پاس قید ہے، لہذا اس کی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی عین تقاضائے انصاف ہے اور احناف کے یہاں مفتی بہ قول کے مطابق نفقہ میں میاں بیوی دونوں کے معیارِ زندگی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے؛ اگر دونوں کا تعلق مالدار گھرانے سے ہو تو اس معیار کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ لازم ہوگا، اور اگر دونوں کا تعلق غریب گھرانہ سے ہو تو اس لحاظ کا نفقہ دینا ہوگا اور اگر ایک غریب اور ایک امیر ہے تو درمیانی درجہ کا نفقہ دینا ہوگا۔ (البحر الرائق: باب النفقة:۱۷۳/٤۔۱۷٤۔ هندیه:النفقات:۵٤۷/۱ وکذا فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵۱/۱۱) معیارِ نفقہ کے بارے میں احناف کے یہاں ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مرد کی مالی حالت کا اعتبار ہوگا اور یہی امام شافعیؒ کا مسلک ہے(شامی ۵۷٤/۳ –تحفة الباری ۱۳۷/۳)

نان ونفقہ فراہم کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، پہلی صورت: بیوی کو اپنے دسترخوان سے آزادانہ کھانے کا موقع دے، یہ اس وقت ہے جب کہ شوہر مہمان نواز اور وسیع دسترخوان رکھنے والا، فراخ دل ہو اور اگر شوہر اس مزاج کا نہ ہو؛ بلکہ روک ٹوک اور تنگی سے کام لیتا ہو تو بیوی چاہے تو برداشت کر کے اس کے ساتھ کھالے یا دوسری صورت: آپسی رضامندی واتفاق سے یا قاضی سے شکایت کر کے یومیہ یا ماہانہ خرچ مقرر کرالے، پھر قاضی نے جتنا خرچ مقرر کیا ہے، شوہر اس سے بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام کرے، اس میں جو بچ جائے، بیوی کے حوالہ کردے اور اگر شوہر اس صورت میں ٹال مٹول کر رہا ہو تو پھر بیوی وہ خرچ اپنی تحویل میں لے لے اور بذات خود اپنے نان ونفقہ کا بندوبست کرے۔(البحر الرائق :۱۷٤/٤)

کوئی شوہر نان ونفقہ کا نہ خود انتظام کرتا ہو اور نہ ہی بیوی کو خرچ دیتا ہو تو بیوی موقع

پاکر اتنا خرچ شوہر کے مال سے خود نکال لے اور اپنی روٹی کپڑے کا بندوبست کر لے۔

(البحر الرائق:٤/١٧٧)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: حضرت معاویہؓ کی والدہ حضرت ہندہؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: ابوسفیانؓ بڑے بخیل آدمی ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ اگر میں ان کے مال سے خفیہ طور پر لے لوں تو مجھ کو گناہ ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: عرف وعادت کے مطابق جتنا تم کو اور تمہارے بچوں کو کافی ہو، اتنا لے لو۔ (بخاری مع عمدة القاری :باب من أجری امر الامصار علی ما یتعارفون :١٢/١٧، ١٨)

عورت کی خوراک میں روٹی، سالن اور تیل شامل ہے، میاں بیوی اگر کافی زیادہ خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتے ہوں تو موسمی میوے، حلوے اور اس قسم کی دیگر چیزیں بھی دینی ہوگی، ورنہ ضروری نہیں، علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں: ان امور میں عرف وعادت کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

(فتح القدیر باب النفقة ٤/٣٨٧)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: ایک کوتاہی عورتوں کی طرف سے یہ ہوتی ہے کہ شوہر کے مال کو بے دریغ اڑاتی ہیں اور سب فضول اخراجات اور تمامی تنعّمات کا خرچ بذمہ شوہر سمجھتی ہیں ،خصوصاً پان، چھالیہ یا چائے دکانی میں اس قدر زیادتی کرتی ہیں کہ خود بھی کھاتی پیتی ہیں اور آنے جانے والیوں کو بھی تقسیم کرتی ہیں اور یہ شوہر کے ذمہ جرمانہ سمجھتی ہیں، حالاں کہ فقہاء نے یہاں تک تصریح کردی ہے کہ قہوہ، حقہ اور موسمی پھل بھی (عام طور پر) شوہر کے ذمہ نہیں ......شوہر ان مصارف میں سے جتنے کا متحمل ہوجائے اس کا احسان ہے اور شوہر کی شان کے لائق بھی یہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ سے وسعت دی ہے تو بی بی کو کہ اس کے لیے سرمایہ راحت ہے، راحت پہونچانے میں دریغ نہ کرے؛ مگر عورت کو بھی مناسب نہیں کہ اس راحت پہنچانے کا صلہ یہ کرے کہ اس کو کلفت پہونچائے۔ (اصلاح انقلاب ِامت ٢/١٨٤)

فقہائے شوافع کا کہنا ہے کہ عرف وعادت کے مطابق وقتی میوہ، قہوہ، خوش ذائقہ ہلکی

پھلکی چیزیں فراہم کرنا بھی نفقہ واجب میں داخل ہے۔(حاشیة الجیرمی علی الخطیب : فصل فی النفقة ٤/٨٩وکذا فی تحفة الباری ٣/١٣٨) چولہے کی لکڑیاں، صابون، کنگھی، اشنان (خوشبودار گھاس) صفائی ستھرائی کا ساز وسامان، اتنی خوشبو جس میں پسینہ اور بغل کی بدبو دور ہو، وضو اور نہانے دھونے کے پانی کی فراہمی، نفقہ میں داخل ہے۔(البحر الرائق ٤/١٧٥۔ هندیه ١/٥٤٩۔ شامی ٢/٧٠٤۔٧٠٥)

موجودہ زمانے میں دوا علاج اور ولادت کے اخراجات بھی نفقہ میں داخل اور شوہر کے ذمہ لازم ہے۔(فتاویٰ عثمانی ٢/٤٩١۔ جامع الفتاویٰ ١٠/٢٧٩۔ الفقه الاسلامی وادلته: ١٠/٧٣٨١)

مرد اگر ذی وسعت ہو تو اس کے ذمہ ماما (نوکرانی) کا خرچ بھی واجب ہے، تنگدست ہو تو لازم نہیں، ہاں اولاد کی خدمت و دیکھ ریکھ کے لیے نوکر کی ضرورت ہو تو شوہر کو بہر صورت اس کا انتظام کرنا ہوگا، ایک سے کام نہ چل سکتا ہو تو زیادہ خدمت گاروں کو فراہم کرنا ہوگا۔(شامی ٢/١٢٧)

(٢) کپڑا اور پوشاک دینا

سالانہ دو دفعہ کپڑا بنانا شوہر پر قانوناً واجب ہے، موسمِ سرما کی ضرورت کے الگ اور موسمِ گرما کے الگ، اس کے علاوہ گرمی سردی کے اوڑھنے، بچھونے کا سامان فراہم کرنا بھی ضروری ہے، باہر نکلنے کے لیے جن زائد کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے، اس کا انتظام کرنا مرد پر واجب نہیں، کیوں کہ اپنی بیوی کے لیے گھر سے باہر نکلنے کے اسباب مہیا کرنے کا شوہر مکلّف نہیں؛ عورتوں کا مزاج ہے کہ اس قسم کی چیزیں اگر ان کو حاصل ہو جائیں ؛ بلکہ لباس زیور ضرورت سے زیادہ دستیاب ہو جائے تو پھر وہ نام ونمود اور نمائش کی خواہاں ہوتی ہیں، حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کو قلیل کپڑے دو، چوں کہ عورتوں کے پاس جب کپڑے زیادہ ہو جاتے ہیں، اس کی زینت نکھر آتی ہے اور گھر سے باہر نکلنے پر اُتر آتی ہیں۔ (کنز العمال اردو: ٤٥٩١٤)

عورت نے سلیقے طریقے سے لباس استعمال کیا، مگر وہ پھٹ کر پہننے کے قابل نہ رہا تو نیا جوڑا بنوانا مرد کی ذمہ داری ہے اور اگر عورت کے ناروا استعمال کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی تو وہ

خوداس کی ذمہ دار ہوگی (شامی ۲ / ۷۱۱)

علامہ ابن نجیم مصریؒ، لباس وفراش کے بارے میں فقہاء کے نقول تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: فقہاء کے ان ان نقول وتصریحات سے یہ چیزیں معلوم ہوئیں:

۱) بیوی کے جسم کے تمام ضروری لباس ، گھر میں سونے اوڑھنے کے بستر چادر کا بندوبست کرنا شوہر کے ذمہ ہے۔

۲) بیوی کے اپنے کپڑے بستر موجود ہوں تب بھی شوہر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوسکتا، بیوی کو مکمل اختیار ہے کہ اپنے کپڑے وبستر محفوظ رکھے، نہ خود استعمال کرے نہ شوہر کو اس پر بیٹھنے سونے دے۔

۳) بیوی نے ماہانہ خرچ سے کچھ پیسے بچالیے تو وہ اس کے اپنے ہیں شوہر اس کو واپس لینے کا مجاز نہیں۔

۴) خانہ داری کے مکمل اسباب وسامان برتن وغیرہ سب مرد کے ذمہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ عورت کے ذمہ سوائے اپنے آپ کو شوہر کے گھر میں حوالے کردینے کے کچھ نہیں اور ادھر مرد پر دونوں کے معیارِ زندگی کے اعتبار سے کھانا، پینا، پہننا، اوڑھنا، بچھونا کفایت بخش انداز سے فراہم کرنا ضروری ہے، عورت پر لازم نہیں کہ اپنی مملوکہ چیزوں کو استعمال کرکے اپنی ضروریات پوری کرے، یہ بھی لازم نہیں کہ اپنے خاوند کے لیے اپنا کچھ بستر بچھونا دے۔

فرماتے ہیں: ہم نے جان بوجھ کر ان مسائل میں تفصیل سے کام لیا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمارے زمانہ کے مرد، اس تعلق سے بیویوں کے حقوق میں، سخت کوتاہی کررہے ہیں، بسا اوقات بے غیرت مرد زبردستی اپنی بیویوں کے ساز وسامان نہ خود اپنے استعمال میں لاتے ہیں؛ بلکہ اپنے مہمانوں کی خاطر داری بھی اسی سے کرتے ہیں، بعضے تو ان کو کپڑے، پوشاک سے بھی محروم رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے نوبت یہاں تک آتی ہے کہ وہ بے بس مظلوم بیوی جو اپنے شوہر کے گھر مالدار ہونے کی حالت میں آئی تھی، جلد ہی خالی ہاتھ اور بے سروسامان ہوجاتی ہے، یہ طرزِ عمل

سراسر حرام ہے، اللہ ہی کی ہم پناہ مانگتے ہیں اپنے نفوس کی شرارتوں اور اپنی بداعمالیوں سے۔
(البحر الرائق: ۴/ ۱۷۷ ۔ ۱۷۸)

(۳) مکان فراہم کرنا

ارشاد خداوندی ہے: ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اسی جگہ رہائش مہیا کرو، جہاں تم رہتے ہو اور انھیں تنگ کرنے کے لیے انہیں ستاؤ نہیں۔ (سورۃ الطلاق: ٦)

علیحدہ رہائش خواہ ذاتی ہو یا کرایہ کی یا عاریت کی؛ عورت کا قانونی حق اور شوہر کے ذمہ فرض ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ عورت اپنے ساز وسامان کی حفاظت کے تعلق سے مطمئن رہے، اپنے شوہر کے ساتھ رہن سہن اور تعلقات میں کسی رکاوٹ و مداخلت سے محفوظ رہے، اس رہائش میں نہ شوہر کا کوئی رشتہ دار ہو نہ بیوی کا، حتی کہ ایک دوسرے کی سوتیلی اولاد بھی نہ رہے۔
(البحر الرائق: ٤/ ١٩٤)

اگر بیوی مالدار ہو تو اسے الگ مکان دینا واجب ہے، متوسط درجہ کی ہو تو اسی مکان میں ایک مستقل کمرہ کے علاوہ باورچی خانہ، غسل خانہ اور بیت الخلاء بھی مستقل ہونا ضروری ہے؛ مسکین ہو تو صرف ایک کمرہ کافی ہے، باورچی خانہ، غسل خانہ اور بیت الخلاء مشترک ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ٥/ ٤٧٢، ٤٧٦)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: اس نوعیت کا اگر کوئی مسئلہ مفتی کے یہاں آئے تو وہ اپنے زمانے کے ماحول، اس علاقہ کے لوگوں کی بود وباش اور معیارِ زندگی کو پیش نظر رکھ کر فتوی جاری کرے بغیر اس کے معاشرت بالمعروف کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ (شامی ۲/ ۷۲۱)

شوہر کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ نیک چلن پڑوسیوں کے درمیان بیوی کو رکھے، شوہر اگر مار دھاڑ اور گالی گلوج کرنے والا ہو تو قاضی اس کو اس سے منع کرے اور اچھے محلّہ میں رکھنے کا حکم کرے تا کہ ظلم وزیادتی کا انسداد ہو، شوہر رات کی ملازمت کرنے والا ہو یا باری کے مطابق دوسری بیوی کے پاس شب گزاری کرتا ہو اور اِدھر والی بیوی کو چوروں سے خطرہ لگا رہتا ہو یا مکان

کے کشادہ ہونے کی وجہ سے بیوی کو تنہائی کی وحشت کا سامنا ہو تو شوہر کو چاہیے کہ بیوی کی ہمت و مدد کے لیے کسی اور عورت کو بھی ساتھ رکھے۔ (حوالۂ سابق)

اگر عورت علیحدہ رہائش کا مطالبہ نہ کرے؛ بلکہ شوہر کے مشترکہ خاندانی نظام میں ہی ضم ہونے کو اختیار کر لے تو یہ اس کی فراخدلی اور حوصلہ و ہمت کی بات ہے، ایسی صورت میں مرد کے ذمہ علیحدہ مکان فراہم کرنا بھی ضروری نہیں تاہم اس کے لیے زبردست دینداری، عالی ظرفی اور اخلاقی بلندی کا پایا جانا جانبین میں بہت ضروری ہے؛ ورنہ اس کے بغیر خاندانی اختلافات کھڑے ہو جانے کا خطرہ ہے، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے بیٹوں سے فرمایا کرتے تھے: جب تم لوگ صبح کو اٹھو تو متفرق ہو جایا کرو اور ایک ہی گھر میں جمع نہ ہو جایا کرو، چوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم آپس میں قطع تعلق پر نہ اتر آؤ یا تمہارے درمیان کوئی شر و فساد نہ پھوٹ پڑے۔ (کنز العمال :٤٥٩٤٨)

(۴) مہر ادا کرنا

ارشاد خداوندی ہے: اور عورتوں کے مہر خوشی خوشی ادا کرو۔ (سورة النساء :٤)

ارشادِ نبوی ہے: عورتوں کی عصمتوں کو اپنے عمدہ مال کے ذریعہ حلال کرو۔ (کنز العمال:٤٤٧١٢)

اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے شادی کی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے پہلا سوال یہ فرمایا کہ تم نے مہر کیا دیا؟ انہوں نے کہا: کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا! اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تم کو مبارک کرے، اب ولیمہ بھی کرلو؛ اگر چہ ایک بکری کے ذریعہ ہو۔ (بخاری: کیف یدعی للمتزوج:٥١٥٥)

ارشاد نبوی ہے: وہ شرائط جن کا پورا کرنا زیادہ ضروری ہے، وہ ہیں جن کے ذریعہ تم نے شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔ (مسلم :باب الدنیا بالشروط فی النکاح:١٤١٨)

ایک اور ارشاد ہے: جو شخص کسی عورت کا مہر مقرر کر دے، حالاں کہ اللہ کو معلوم ہے کہ وہ اس کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، غرض اللہ کے نام پر اس نے عورت کو دھوکہ دیا اور ناحق طریقہ سے اس کی شرم گاہ کو اپنے لیے حلال کر لیا تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ زنا کار (لوگوں کی فہرست میں) ہوگا۔ (مسند احمد:۱۸۹۳۲)

مہر دراصل ایک اعزازیہ (honorarium) ہے، جو ایک شوہر اپنی بیوی کو پیش کرتا ہے اور اس کا مقصد عورت کا اعزاز و اکرام ہے، نہ تو یہ عورت کی قیمت ہے جسے ادا کر کے یہ سمجھا جائے کہ وہ شوہر کے ہاتھ بک گئی اور اب اس کی حیثیت ایک کنیز کی ہے اور نہ یہ محض ایک فرضی کاروائی ہے، جس کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ اسے عملاً ادا کرنے کی ضرورت نہیں، شوہر کے ذمہ بیوی کا مہر لازم کرنے سے شریعت کا منشا یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیوی کو اپنے گھر میں لائے تو اس کا مناسب اکرام کرے اور اسے ایک ایسا ہدیہ پیش کرے جو اس کے اعزاز و اکرام کے مناسب ہو؛ لہذا شریعت کا تقاضہ یہ ہے کہ مہر کی رقم نہ اتنی کم رکھی جائے کہ جس میں اعزاز و اکرام کا یہ پہلو بالکل مفقود ہو اور نہ اتنی زیادہ رکھی جائے کہ شوہر اسے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور بالآخر یا تو مہر ادا کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو جائے، یا آخر میں بیوی سے معاف کرانے پر مجبور ہو۔ (ذکر وفکر:۲۷۶)

شریعت میں مہر کی اقسام

(الف) اقل مہر: یعنی مہر کی کم از کم مقدار؛ یہ دس درہم چاندی (تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام) ہے، اس سے کم مہر مقرر کرنا جائز نہیں؛ اگر کوئی اس مقدار سے کم مہر مقرر کرے تو بھی دس درہم دینے ہوں گے؛ بلکہ امام زفرؒ کا خیال ہے کہ مہر مثل دینا ہوگا، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: دس درہم سے کم مہر نہیں ہوتا۔ (نصب الرایہ: باب المھر ۱۹۹/۳)

نیز فرمانِ خداوندی ہے: ان (محرم) عورتوں کو چھوڑ کر تمام عورتوں کے بارے میں یہ حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (بطور مہر) خرچ کر کے انہیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو۔ (سورۃ النساء : ٢٤)

اور عرف میں کوڑی دو کوڑی کو مہر کا درجہ نہیں دیا جاتا، حدیث نے بیان کر دیا کہ وہ دس درہم

ہے، دس درہم سے کم مہر درست نہ ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ شرعاً چور کا ہاتھ اس صورت میں کاٹا جاتا ہے، جب کہ وہ دس درہم یا اس کی مالیت کے برابر کسی چیز کی چوری کی ہو۔

(المفصل فی احکام المرأة:۷/۶۰)

(ب) مہر مسمیٰ یعنی مقرر کردہ مہر

مہر مسمیٰ وہ کہلاتا ہے جو آپسی رضامندی سے طے ہو، یہ دس درہم سے کم نہ ہونا چاہیے، زیادہ کی کوئی حد نہیں، ارشادِ خداوندی ہے: اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور ان میں سے ایک کو ڈھیر سارا مہر دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ (النساء : ۲۰)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: قنطار یعنی ڈھیر سارا مہر بیل کے چمڑے بھر سونے کو کہا جاتا ہے، حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: ستر ہزار سونے کے مثقال کو قنطار کہا جاتا ہے ۔(المغنی لابن قدامه :۶/۶۸۱۔ المجموع شرح المهذب ۱۵/۴۸۲)

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی پر اس معاملہ میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ اپنے مال کی تھوڑی مقدار پر نکاح کرے، یا زیادہ مقدار پر، بشرطیکہ یہ چیز رضامندی سے ہو اور گواہ بھی مقرر کر لیے جائیں۔ (السنن الکبریٰ للبیهقی: باب ما یجوز أن یکون مهرا:۱۴۳۸۱)

تاہم مہر مقرر کرنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنا اور نام ونمود کی خاطر ایک دوسرے کو مشقت میں ڈالنا اچھی چیز نہیں ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: بلاشبہ سب سے زیادہ مبارک عورت وہ ہوتی ہے، جس کا مہر ادا کرنا آسان ہو۔ (السنن الکبری للبیهقی باب ما یستحب من القصد فی الصداق:۱۴۳۵۶)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کی برکت وقسمت والی ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کو پیغامِ نکاح دینا بھی آسان ہو اور اس کا مہر بھی آسان ہو۔ (السنن الکبریٰ للبیهقی:۱۴۳۵۷)

نیز ارشاد فرمایا: مہر کے اندر آسانی اختیار کرو، اس لیے کہ مرد عورت کو زیادہ مہر دے بیٹھتا

ہے حتی کہ اس دینے سے اس کے نفس کے اندر عورت کی طرف سے دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔

(کنز العمال: ۴۴۷۳۱)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ عجمی لوگوں کے رسم و رواج سے متأثر ہو کر بھاری بھاری مہر مقرر کرنے لگے تو آپؓ نے لوگوں کو خطبہ میں توجہ دلائی اور بتایا کہ مسلمانوں کے سوچنے کا انداز کیا ہونا چاہیے:

لوگو! عورتوں کے بھاری بھاری مہر نہ مقرر کرو، اس لیے کہ اگر یہ دنیا میں ذرا بھی عزت اور شرف کی چیز ہوتی اور اللہ کی نظر میں کوئی بڑائی کی بات ہوتی تو نبی علیہ السلام سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مہر مقرر فرماتے؛ لیکن جہاں تک مجھے علم ہے، رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے نکاح میں بھی بارہ اوقیہ (۴۸۰ درہم) سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا اور نہ صاحبزادیوں کی شادی میں بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر باندھا۔ (ترمذی باب ما جاء فی مهور النساء: ۱۱۱۴) ازواجِ مطہرات کے مہر کی بابت حضرت عمرؓ نے شاید کسر یعنی آدھے اوقیہ کو نظر انداز فرما دیا ہو اور موٹے حساب کے طور پر بارہ اوقیہ کہہ دیا ہو؛ ورنہ تو حضرت عائشہؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ (۵۰۰ درہم) تھا۔ (المفصل فی احکام المرأة ۷/۶۵)

(ج) مہر فاطمی یا مہر مسنون

فقہاء و محدثین نے تحقیق سے فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہؓ اور دیگر بناتِ رسول ﷺ کا مہر ۴۸۰ درہم یعنی ایک کلو چار سو انہتر گرام چھ سو چونسٹھ ملی گرام چاندی اور ازواجِ مطہرات کا مہر عموماً پانچ سو درہم یعنی ڈیڑھ کیلو تیس گرام نو سو ملی گرام چاندی تھا۔ (الاوزان المحمودہ: ۱۰۰۔ احسن الفتاویٰ ۵/۳۲) اس کے پیش نظر ائمہ اربعہ میں امام شافعیؒ واحمدؒ کے یہاں، مستحب یہ ہے کہ پانچ سو درہم سے زیادہ مہر مقرر نہ کیا جائے۔ (المفصل فی احکام المرأة ۷/۶۵، ۶۶) احناف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر فریقین مہرِ فاطمی کے برابر مہر مقرر کریں اور نیت یہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کی مقرر کی ہوئی مقدار بابرکت اور معتدل ہوگی، نیز یہ کہ اتباعِ سنت کا اجر ملے گا تو

یقیناً یہ جذبہ بہت مبارک اور مستحسن ہے؛ لیکن یہ سمجھنا درست نہیں کہ یہ مقدار اس معنی میں مہر شرعی ہے کہ اس سے کم یا زیادہ مقرر کرنا ناپسندیدہ ہے؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس سے کم یا زیادہ مہر مقرر کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے؛ ہاں یہ اصول مدِنظر رکھنا ضروری ہے کہ مہر اتنا ہو جس سے بیوی کا اعزاز واکرام بھی ہو اور شوہر کی استطاعت سے باہر بھی نہ ہو۔ (ذکر وفکر از مفتی محمد تقی عثمانی: ۲۷۸)

(د) مہر مثل

مہر مثل مہر کی وہ مقدار ہے جو اس عورت کے خاندان میں عام طور سے اس جیسی خواتین کے نکاح کے وقت مقرر کی جاتی رہی ہو اور اگر عورت کے خاندان میں دوسری عورتیں نہ ہوں تو خاندان سے باہر اس کے ہم پلہ خواتین کا جو مہر عام طور سے مقرر کیا جاتا ہو وہ اس عورت کا مہر مثل ہے اور شرعی اعتبار سے بیوی مہر مثل وصول کرنے کی حقدار ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر نکاح کے وقت باہمی رضامندی سے مہر کا تعین نہ کیا گیا ہو یا مہر کا ذکر کیے بغیر نکاح کر لیا گیا ہو تو مہر مثل خود بخود لازم سمجھا جاتا ہے اور شوہر کے ذمہ شرعاً ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ بیوی کو اس کا مہر مثل ادا کرے؛ البتہ اگر بیوی خود مہر مثل سے کم پر خوش دلی سے راضی ہو جائے یا شوہر خوش دلی سے مہر مثل سے زیادہ مقرر کر لے تو باہمی رضامندی سے مہر مثل سے کم یا زیادہ مہر مقرر کر لینا شرعاً جائز ہے۔ (ذکر وفکر: ۲۷۷)

اس بارے میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا فتویٰ سند کی حیثیت رکھتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک ایسی عورت کے بارے میں سوال کیا گیا، جس کا شوہر وفات پا چکا اور ہنوز نہ ہمبستری ہوئی تھی اور نہ مہر طے پایا تھا، حضرت ابن مسعودؓ نے اس سلسلہ میں اللہ کے رسول ﷺ سے کوئی بات نہیں سنی تھی، ایک ماہ تک لوگ ان کے پاس اس مسئلہ کو لے کر آتے رہے، بالآخر آپؓ نے اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیا کہ ایسی عورت کے لیے کمی بیشی کے بغیر مہر مثل ہوگا، عدت بھی اس کو گزارنا ہوگا اور میراث بھی پائے گی، ساتھ ہی یہ بھی واضح فرما دیا کہ اگر یہ فتویٰ درست ہے تو منجانب اللہ ہے؛ ورنہ میری اپنی طرف سے اور شیطان کی جانب سے ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں، حضرت معقل بن سنانؓ اس موقع پر موجود تھے کھڑے ہو کر انھوں نے بیان دیا کہ اللہ

کے رسول ﷺ نے بِرْ وَعْ بنت واشق کے قضیہ میں یہی فیصلہ دیا تھا، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو اس سے بے انتہاء خوشی ہوئی کہ ان کا اجتہادی فیصلہ منشأ نبوی کے موافق ہوا۔(ابوداؤد: باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات :۲۱۱٦)

ادائیگی کے وقت کے لحاظ سے مہر کی دو قسمیں مشہور ہیں: (۱) معجّل (۲) مؤجل

مہر معجّل فوری طور پر واجب الادا ہوتا ہے، اور مؤجل میں کوئی وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کے آنے پر ادائیگی واجب ہوتی ہے؛ مگر ہمارے معاشرہ میں کوئی وقت مقرر نہیں کیا جاتا اور اس تعلق سے غفلت برتی جاتی ہے، اس قسم کا مہر حسب تصریح فقہاء طلاق یا موت آنے پر واجب الادا ہوتا ہے؛ تاہم مرد کو چاہیے کہ وہ جلد از جلد اس فریضہ سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرے؛ کیوں کہ مہر بھی دیگر قرضوں کی طرح ایک دَین ہے اور حق العبد ہے، اس میں کوتاہی اچھی چیز نہیں، مہر اگر معجّل ہو اور فوری طور پر ادا کیا جارہا ہو تو نقدی اور روپے پیسوں کی شکل میں مقرر کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں؛ لیکن مؤجل ہونے کی صورت میں سونے یا چاندی میں مقرر کرنا مناسب ہے؛ کیوں کہ روپیے کی قدر روز بہ روز گھٹتی جاتی ہے اور جب مہر ادا کرنے کا وقت آتا ہے تو اتنا فرق پیدا ہوجاتا ہے کہ مہر کا ادا کرنا نہ کرنا بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے، اور عورت کا زبردست نقصان ہوجاتا ہے؛ اگرچہ فقہی قواعد کی رو سے مرد عہدہ برآ ہوجاتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں اور اپنی اولاد کی ماؤں کو سونے کا زیور چڑھاتے تھے اور اپنی بیویوں کا مہر عام طور سے زیور کی شکل ہی میں مقرر فرماتے۔(ادب النساء :باب مایستحب من شکل النساء فی اللباس :۱۲۳)

(۵) صحبت کرنا

امام ابوبکر جصاص رازی حنفیؒ فرماتے ہیں: شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی سے صحبت کرے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی ایک (بیوی کی) طرف پورے پورے نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ایسا بنا کر چھوڑ دو جیسا کہ کوئی بیچ میں لٹکی ہوئی چیز۔(النساء :۱۲۹)

ارشاد نبوی ہے: تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔(بخاری :باب لزوجك علیك الحق: ۵۱۹۹)

کتنے وقفہ سے صحبت کرنا عورت کا حق ہے؟ اس بارے میں علماء کی رائیں مختلف ہیں، علامہ ابن قدامہؒ کی رائے یہ ہے کہ چار ماہ میں ایک دفعہ صحبت کرنا ضروری ہے؛ کیوں کہ قرآن کا صاف صریح حکم ہے کہ جو شوہر بیوی کے پاس چار ماہ تک صحبت نہ کرنے کی قسم کھالے، پھر صحبت نہ کرے تو چار ماہ ہوتے ہی ان کا رشتۂ ازدواج خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ (المغنی لابن قدامه ۳۰/۷)

علامہ ابن حزمؒ کا خیال ہے کہ اگر قدرت ہو تو عورت کی ہر پاکی کے زمانہ میں ایک دفعہ صحبت کرے، ورنہ گنہگار ہوگا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: جب وہ عورتیں پاک ہو جائیں تو ان کے پاس اسی طریقے سے جاؤ، جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ (النساء: ۲۲۲)

امام غزالیؒ کی رائے یہ ہے کہ ہر چار رات میں ایک بار صحبت کرے؛ کیوں کہ آدمی کو شرعاً بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے، ایسی صورت میں ہر ایک کی باری چار راتوں میں سے ایک دفعہ آتی ہے، ہاں حالات کے اعتبار سے اس میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے؛ کیوں کہ اصل مقصود عورت کو جنسی بے راہ روی سے بچانا ہے۔ (احیاء العلوم: ۴۶/۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: یہاں کوئی مدت مقرر نہیں؛ بلکہ عورت کی ضرورت اور شوہر کی قدرت دونوں کا لحاظ رکھتے ہوئے وظیفۂ زوجیت کو ادا کرنا واجب ہوگا۔(الاختیارات الفقهيه من فتاویٰ شيخ الاسلام: ۲۴۶)

علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں: ویسے تو قانونی اعتبار سے صرف ایک بار جماع کرنے سے آدمی بیوی کے حقِ زوجیت سے بری ہو جاتا ہے؛ تاہم ہمارے اصحاب نے صراحت کی ہے کہ مناسب وقفہ سے جماع کرنا شوہر پر دیانۃً (از راہِ دینی حکم) واجب ہے، پھر ہمارے فقہاء نے مدت کی کوئی تحدید نہیں کی ہے؛ تاہم یہ ضروری ہے کہ عورت کی رضامندی وخوش دلی کے بغیر چار ماہ سے زیادہ اس سے دور نہ رہے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: ہمارے بعض اصحاب کے یہاں وقفہ وقفہ سے جماع کرنا، قانوناً بھی شوہر کے ذمہ لازم ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: کسی نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا اور کفارہ ادا کر کے بیوی کے قریب جانے سے انکار کررہا ہے تو قاضیٔ شریعت بیوی سے ضرر کو دفع کرنے کی خاطر شوہر کو مار پیٹ کرے گا، یا قید وبند کی صعوبت میں ڈالے گا؛ تا آں کہ وہ کفارۂ ظہار ادا کر کے حسبِ سابق بیوی کے حق کی ادائیگی شروع کردے، یا طلاق دے کر بیوی کو چھٹکارا دے دے، علامہؒ فرماتے ہیں: اس سے بسا اوقات فقہاء کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ ایک سے زائد بار صحبت کرنا قضاءً وقانوناً بھی واجب ہے۔ (شامی: باب القسم بین الزوجات ۳/۲۰۳)

عورت کے مذکورہ بالا حقوق اس قدر مضبوط ہیں کہ عصرِ حاضر کے فقہائے احناف نے ان میں کمی وخلل کی صورت میں قاضی کو یہ حق دیا ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کرادے۔
(کتاب الفسخ والتفریق: ٦٠)

(٦) جسمانی تشدد وزیادتی نہ کرنا

ارشادِ خداوندی ہے: اور جن عورتوں سے تم کو سرکشی کا اندیشہ ہو تو پہلے انہیں سمجھاؤ، اور اگر اس سے کام نہ چلے تو انہیں خوابگاہوں میں تنہا چھوڑ دو اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو تم انہیں مار سکتے ہو، پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کاروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو، یقین رکھو کہ اللہ سب کے اوپر سب سے بڑا ہے۔ (النساء: ٣٤)

اس آیت میں اگرچہ بیوی کی سرکشی وعدولِ حکمی کی صورت میں شوہر کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے، تاہم نبیٔ پاک ﷺ کی سنت نہ مارنے کی رہی ہے اور اس تعلق سے آپ علیہ السلام نے کبھی مردوں کی حوصلہ افزائی بھی نہیں فرمائی، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ سرورِ دوعالم ﷺ نے کبھی نہ اپنے کسی خادم کو مارا نہ کسی بیوی کو اور نہ ہی کسی چیز کو؛ ہاں راہ خدا میں (آپ علیہ السلام نے ہتھیار اٹھائے) یا اللہ کی حرمتوں کو پامال کیا گیا تو آپ ﷺ نے انتقام لیا۔ (مسند احمد: ٢٤٠٣٤)

حضرت قاسمؒ کا بیان ہے: حضرات (صحابہ کرامؓ) کو یہ کہہ کر بیویوں کو مارنے سے روکا گیا کہ اچھے لوگ کبھی نہیں مارتے، قاسمؒ کہتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ ان میں سب سے بہتر تھے

اورآپ علیہ السلام مارتے نہ تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ :فی الرجل یؤدب امرأته:٢٥٤٥٨) البتہ ایک دفعہ اپنے کسی خادم کے قصور پر یوں فرمایا تھا:اگرآخرت میں جزا کا قانون نہ ہوتا تو میں تم کو اس مسواک سے مارتا،اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ میں مسواک تھی۔

(مسند ابویعلیٰ ، عن ام سلمه :٦٩٢٨)

شریعت کی جانب سے شوہروں کو اپنی بیویوں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت ورخصت ملی تو بعض صحابۂ کرامؓ نے اس کو استعمال بھی کیا ،ان کی بیویاں فریاد لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں تو سرور دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہت ساری عورتیں خاندانِ محمد ﷺ کے یہاں اپنے شوہروں کی شکایات لے کر آئی ہیں (اس طرح بیویوں کو شکایت کا موقع دینے والے) یہ تم میں بہتر لوگ نہیں ہیں۔(ابوداؤد : باب فی ضرب النساء :٢١٤٦)

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیتِ بالا میں ترتیب وار تین تدبیریں بیان فرمائی ہیں، بیوی کی اصلاح وتادیب میں اس کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، یہ نہیں کہ پہلے ہی مرحلہ میں مار دھاڑ شروع کردی جائے ،امام رازیؒ فرماتے ہیں:نصِ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیوی کی تنبیہ وتادیب کے مسئلہ میں اول وعظ وفہمائش کو رکھا ہے، پھر اس کے بعد بستروں سے علیحدگی کی تدبیر رکھی ہے، پھر اس سے گزر کر مارنے کے مرحلہ کو رکھا ہے، اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جب نرم راستہ سے بات بن جاتی ہے تو پھر سخت راستہ کو اختیار کرنا جائز نہیں۔ (تفسیر رازی : ١٠/ ٩٠)

(بیوی کی اصلاح کی) تدبیرِ اول:

وعظ ونصیحت میں شوہر اپنی بیوی کو نہایت نرمی اور شفقت ومحبت سے اپنے شرعی مقام وحقوق کو بیان کرے، نافرمانی وسرکشی کے دینی ودنیوی عواقب ونتائج سے آگاہ کرے،موقع ومحل کی نزاکت کے اعتبار سے نرم وگرم انداز سے فہمائش کرے،اس کو یہ بتلائے کہ اس طرح کرنے سے خواہ مخواہ دوسروں کو ہنسنے اور خوش ہونے کا موقع ملے گا،تم بھی نان ونفقہ اور ہمارے الطاف وعنایات سے محروم ہو جاؤ گی ،غرض ایک عقل مند شخص پر مؤثر وعظ اور عورت کے دل میں جگہ بنانے والی

نصیحتوں کے گُر مخفی نہیں رہتے ،شوہر اس بات کا بھی ضرور اہتمام رکھے کہ وعظ ونصیحت کی یہ باتیں بند کمرہ میں ہوں ؛ کیوں کہ ایک دوسرے کے رشتہ داروں کی موجودگی میں یہ تدبیر عموماً کارگر نہیں ہوتی ؛ بلکہ ایسا کرنے سے لڑائی جھگڑے کا ماحول پیدا ہوجاتا ہے اور عزت وناک کا مسئلہ کھڑا ہوجاتا ہے۔ (المفصل فی احکام المرأة:۷/ ۳۱۱، ۳۱۳)

تدبیر دوم:

خواب گاہوں میں ان کو تنہا چھوڑ دیا جائے یعنی ان سے صحبت ترک کردی جائے ، بستر میں ان کی طرف پیٹھ کرلی جائے ، تین روز تک بات چیت بھی بند کرنے کی اجازت ہے۔

(الفقه الاسلامی وادلته ۹/ ٦٨٥٦)

سرکار دوعالم ﷺ نے بھی اپنی حیات مبارکہ میں ایک بار اپنی ازواج مطہرات سے بغرضِ تادیب ایک ماہ علیحدگی اختیار فرمائی ، علامہ انور شاہؒ فرماتے ہیں: اس وقت آپ ﷺ کے نکاح میں نَو (۹) بیویاں تھیں، تو گویا حسابی اعتبار سے ہر ایک سے تین تین دن علیحدگی رہی، اس طرح ستائیس (۲۷) دن ہوگئے ،مزید دو دن اضافہ فرمالیا، یوں ایک ماہ مکمل ہوگیا۔ (فیض الباری: باب هجر النبی ﷺ نساء ه فی غیر بیوتهن :۵/ ۵۵۷)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا معمول یہ تھا کہ جب کبھی آپؒ اپنی کسی اہلیہ محترمہ سے ناراض ہوتے تو اس کی باری کی رات انہیں کے پاس گزارتے ؛ البتہ نہ اس سے کچھ بولتے ، نہ ان کی طرف دیکھتے۔ (عمدة القاری: باب هجر النبی ﷺ : ۲۰/ ۱۹۱)

حکیم بن معاویہؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سرکارِ دوعالم ﷺ سے پوچھا: شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا: جب کھائے تو اس کو بھی کھلائے ، پہنے تو اس کو بھی پہنائے ، چہرہ پر نہ مارے، اس کو قبیح نہ قرار دے (یعنی چہرہ پر مار کر اس کا حلیہ نہ بگاڑے، نہ ہی اس کی کسی بات یا کام کو ناحق برا کہے اور نہ ہی اس کو یہ بددعا دے کہ خدا تیرا برا کرے) اور اس سے علیحدگی اختیار نہ کرے؛ مگر گھر ہی میں رہ کر۔

علامہ سندیؒ فرماتے ہیں: میاں بیوی کے درمیان رنجش پیدا ہوگئی اور بیوی سرکشی پر قائم ہے تو عموماً شوہر گھر میں رہتے ہوئے اس سے ترکِ تعلق کرتا ہے اور یہاں اسی کا بیان ہے، ویسے مرد کسی مناسب وجہ و مصلحت کی بنا پر گھر سے دور رہ کر ترک تعلق کرتا ہے تو اس کی بھی اجازت ہے، بشرط یہ کہ اس کی وجہ سے دیگر فتنے و مفاسد کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ (حاشیة السندی علی سنن ابن ماجه : باب حق المرأة علی الزوج :۱۸۵۰)

تدبیرِ سوم:

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر عورتیں یہ کریں (تمہارے حقوق میں کوتاہی کریں) تو ان کو ہلکی مار مارو (ضرب غیر مبرح)۔ (مسلم باب حجة النبی ﷺ:۱۲۱۸)

فقہاء و مفسرین نے بیوی کو مارنے کی حدود و کیفیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے: (الف) چہرہ پر نہ مارے، (ب) ایسا نہ مارے کہ ہڈی ٹوٹ جائے، (ج) یا نشان بیٹھ جائے، (د) لاٹھی یا کوڑا استعمال نہ کیا جائے؛ بلکہ ہاتھ سے یا مسواک یا رومال و کپڑے کی چھڑی بنا کر ہلکے انداز سے مارے۔ (تفسیر ابن کثیر و تفسیر قرطبی وغیرہا۔ الزواجر لابن حجر :۷۵/۲) جو لوگ اپنی بیویوں کو بے تحاشہ مار پیٹ کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں شرم کرنے کی تلقین فرمائی ہے: ارشاد فرمایا: اپنی بیوی کو باندی کو پیٹنے کی طرح نہ پیٹو، پھر شاید دن کے اخیر حصہ میں اس سے ہم آغوش بھی ہو۔

(ریاض الصالحین مع دلیل الفالحین : باب الوصیة بالنساء :۹۹/۳)

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں: ویسے تو شریعت میں غلام و باندیوں پر بھی بے جا تشدد جائز نہیں ہے؛ تاہم مالکیت کے نشہ میں چور ظالم آقاؤں کے ظلم و تشدد کا جیسا دستور ہے، آزاد بیویوں کے معاملہ میں اس کو روا رکھنا اور بھی برا ہے۔ (معالم السنن : باب فی الاستنثار :۵٤/۱)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ولید بن عقبہ کی بیوی، اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں آئیں اور اپنے شوہر کی شکایت کی کہ وہ انھیں خوب مارتے ہیں، اللہ کے رسول نے اس خاتون سے فرمایا کہ واپس ہو جاؤ اور اپنے شوہر سے کہو کہ اللہ کے رسول نے مجھے پناہ دی ہے، حضرت علیؓ کہتے

ہیں: کچھ دنوں تک تو معاملہ ٹھیک رہا، پھر وہ یہی شکایت لے کر آئی کہ وہ مارنا بند نہیں کرتے، اس پر اللہ کے رسول نے اپنے کپڑے کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کو دیا اور فرمایا کہ جا کر ان سے کہو کہ اللہ کے رسول نے مجھے پناہ دی ہے اور یہ جامہ مبارک کا ٹکڑا بطور ثبوت و نشانی ہے، پھر معاملہ چند دنوں تک رُکا رہا پھر وہ تیسری بار اللہ کے رسول کے پاس یہ شکایت لے کر آئیں کہ خاوند نے مار دھاڑ میں مزید اضافہ کر دیا ہے، اس پر اللہ کے رسول نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں دو یا تین دفعہ عرض کیا: اے اللہ ولید سے آپ نمٹ لیجیے! (مسند ابو يعلى: ٢٩٤ –اسناده حسن: حسين سلم اسد)

معاصر فقہائے احناف نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو بے تحاشہ زدوکوب کرتا ہے اور مار پیٹ میں حدود شرع سے تجاوز کرتا ہے تو قاضیٔ شریعت کو بیوی کی درخواست پر متعلقہ شرائط کے ساتھ فسخِ نکاح کا بھی اختیار ہے۔ (كتاب الفسخ والتفريق)

بیوی کے واجبی حقوق

اس سے مراد وہ حقوق ہیں جن کا لحاظ کرنا شوہر کی دینی ذمہ داری ہے اور اگر شوہر ان سے لاپرواہی کرے تو گناہ گار ہوتا ہے۔

(۱) جنسی تعلقات کی پردہ داری کرنا

جس طرح عورتیں اس حکم کی مخاطب ہیں مرد بھی اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہونے والے عمل کے بارے میں محتاط رہیں، دوست احباب میں اس پر تبصرے، تفصیلی مکالمے نہ کریں، اس حوالہ سے ایک دوسرے پر فخر اور اظہار شان نہ کریں، ہاں کسی شرعی ضرورت یا اپنے اوپر سے الزام ہٹانے کی غرض سے یا سرسری واجمالی انداز سے کچھ ذکر کردیا جائے تو کوئی مواخذہ نہیں۔(فيض القدير، حرف الهمزه:٤٧٩٨)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جماع ومباشرت کے حوالہ سے فخر ومباہات کرنا حرام ہے۔(مجمع الزوائد: باب كتمان ما يكون بين الرجل واهله:٧٥٦٤)

حضرت سلمان فارسیؓ نے قبیلہ کندہ کی ایک خاتون سے نکاح فرمایا تھا، صبح کو دوست احباب اس کے منتظر تھے کہ حضرت سلمانؓ شبِ زفاف کے تعلق سے کچھ بیان دیں، ان لوگوں نے حضرت سلمانؓ سے سوال بھی کیا، ایک بار نہیں، تین تین بار؛ مگر ہر دفعہ حضرت سلمانؓ نے ٹال دیا، آخری بار میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حجاب و پردہ اور دروازے اس لیے بنائے تاکہ اندر کی بات اندر رہے، آدمی کو اس پر بس کرنا چاہیے کہ صرف ظاہر کی تحقیق کرے، پوشیدہ اور پردہ کی چیزوں کی تحقیق میں نہ لگے، میں نے اپنے سرور دو عالم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اس کے (میاں بیوی

کے باہمی تعلقات کے) بارے میں بیان دینے والا دوگدھوں کی طرح ہے جو سڑک پر ایک دوسرے سے جفتی کررہے ہوں۔ (حياة الصحابه:٣/ ٤٩٠)

(۲) بیوی کی ملکیت میں مداخلت نہ کرنا

ارشاد خداوندی ہے: اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن بیٹھو۔ (النساء: ١٩)

زمانۂ جاہلیت میں خاندان کے لوگ نہ صرف مرنے والے کی میراث بانٹ لیتے تھے؛ بلکہ اس کی بیوی پر بھی مع اس کے حصۂ میراث قابض ہوجایا کرتے تھے۔ (الدر المنثور :النساء : ١٩)

اسلام نے اس ظالمانہ دستور کو مٹایا اور بیوی کو بھی بااختیار اور حق ملکیت کا حامل بنایا، ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے یوں فرمایا: اے عورتو! خیرات کرو؛ اگر چہ اپنے زیور ہی میں سے ہو، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی اہلیہ بھی وہاں موجود تھیں، وہ اپنے شوہر کے پاس آئیں اور کہا کہ اللہ کے رسول نے ہم کو صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے، آپ، اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جاکر یہ دریافت کریں کہ کیا میں (نفل) صدقہ آپ پر خرچ کر سکتی ہوں؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: تم ہی جاکر معلوم کرلو؛ چنانچہ وہ گئیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے ایسا کرنے میں دو اجر ہوں گے: صلہ رحمی کرنے کا اجر اور صدقہ وخیرات کرنے کا اجر۔ (بخاری: باب الزكاة على الزوج:١٤٦٦)

فقہائے اربعہ میں سے صرف امام مالکؒ اس کے قائل ہیں کہ عورت اپنے تہائی مال سے زائد میں بے اجازت شوہر تصرف نہیں کرسکتی اور بعض علماء کا خیال ہے کہ اپنے مال کا ایک حبہ بھی بے اجازت شوہر کسی کو نہیں دے سکتی، جمہور فقہائے اسلام کا کہنا ہے کہ جیسے آدمی سمجھداری کی عمر کو پہونچنے کے بعد اپنے مالی معاملات میں شرعاً بااختیار ہوجاتا ہے، عورت بھی ہوجاتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو حکم دیا کہ اپنی بیویوں کا مہر خوشی خوشی ان کے حوالے کردو؛ ہاں اگر بیویاں اپنی پسند سے کچھ حصہ تم کو دے دیں تو تم ان کو قبول کرکے مزے سے کھا سکتے ہو۔ (النساء) اللہ تعالیٰ نے

یہ بھی فرمایا: کہ طلاق وعلیحدگی کی صورت میں بیویاں بھی اپنا حق مہر معاف کرنے کی مجاز ہیں۔ (البقرہ) خود اللہ کے رسول ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہؓ نے اپنی باندی کو اپنی مرضی سے آزاد کردیا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ کو اس کی اطلاع اپنی باری کے دن دی تھی، اللہ کے رسول ﷺ نے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں فرمایا، ہاں اتنا فرمایا: کہ اگر اپنے ماموؤں کو یا اپنی بہنوں کو دیدیتے تو زیادہ اجر وثواب ملتا، ان آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت نے عورت کی ملکیت کو تسلیم کیا ہے اور اسے اس میں بااختیار بھی مانا ہے۔ (عمدة القاری: باب هبة المرأة لغير زوجها:١٣/ ١٥٠-١٥٢)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کو ان کے والد گرامی نے گھریلو کام کاج کے لیے ایک باندی دی تھی، حضرت اسماءؓ کو جب اس کی ضرورت نہ رہی تو انھوں نے اس کو کسی تاجر کے ہاتھ فروخت کردیا تھا، اس کی رقم ان کی گود میں پڑی ہوئی تھی، اتنے میں ان کے شوہر حضرت زبیر بن عوامؓ داخل ہوئے اور کہا کہ یہ رقم مجھے ہبہ کردو! حضرت اسماء نے جواب دیا: میں اس رقم کو صدقہ کرچکی۔

(مسلم : باب جواز ارداف المرأة الاجنبية:٢١٨٢)

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہوا کہ شوہر اپنی بیوی کے مال وحقوق میں اس کی رضامندی کے بغیر اپنی حکومت نہیں چلاسکتا، ہاں تحفہ میں دینے کی درخواست کرسکتا ہے۔ (اکمال المعلم ٧/ ٧٨) تاہم عورت کو مناسب ہے کہ بڑی مقدار کا خرچ اور بھاری تصرف شوہر سے اجازت ومشورہ لے کر ہی کرے، تاکہ تعلقات میں خشکی پیدا نہ ہو۔ (شرح البخاری لابن بطال ٧/ ١٠٩)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: آج کل ہم لوگوں کی معاشرت اس قدر گندی ہوگئی ہے کہ کسی کے حق کی بھی پرواہ نہیں رہی اور جہالت کی یہ حد ہے کہ ہم کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ صفائی معاملات اور تمایز حقوق کا طریقہ ہمارے یہاں کا تھا، جواب یورپ میں ہے کہ صاحب کی چیزیں الگ ہوتی ہیں میم صاحب کی الگ، معاملہ کی صفائی اس کو مقتضی ہے کہ میاں بیوی کے املاک ممتاز ہوں، ہندوستان میں بھی یہی رواج ہوجائے تو اچھا ہے؛ مگر ہمارے یہاں تو حالت یہ ہے کہ گھروں میں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ چیز کس کی ہے اور وہ چیز کس کی، اِس کی چیز پر وہ قابض ہے اور

اس کی چیز پر یہ، عورت کے پاس زیور ہوتا ہے تو اس میں امتیاز نہیں کہ کون سا باپ کے گھر کا ہے اور کون سا خاوند کے گھر کا، پھر وہ عورت کی ملک کر دیا گیا ہے یا عاریت ہے، اگر کوئی مرد اپنے گھر میں اس کی تنقیح کرنا چاہے کہ میری ملک کون سی ہے اور دوسرے کی کون سی، تو اس پر بڑی انگشت نمائی ہوتی ہے اور سارے کنبہ میں بدنام کیا جاتا ہے کہ لو صاحب اپنی ذرا ذرا سی چیز فلاں شخص الگ کرتا ہے اور اس قدر کنجوس ہے اس قدر بخیل ہے کہ اپنی چیز کو کسی کا ہاتھ لگنا گوارا نہیں کرتا، مطلب یہ ہے کہ سخی وہ ہے جو بالکل بدانتظام، مغفل اور مجہول ہو، جس کو نہ اپنی ملک کی خبر ہو نہ دوسرے کی، پھر اس سخاوت کا لطف جب آتا ہے، جب ان میں سے کوئی کھسک جائے اور ترکہ تقسیم کیا جاوے اس وقت ایک کہتا ہے: یہ چیز مرنے والے نے مجھ کو دے دی تھی، ایک کہتا ہے: یہ چیز میت کی نہیں تھی، میری تھی، ایک عورت کہتی ہے: یہ سامان میرے باپ کے گھر کا ہے، غرض جھگڑے، دلوں میں رنجشیں اور عداوتیں پیدا ہوتی ہیں، شکایتوں کی نوبت آتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر جیل خانہ بن جاتا ہے۔(حقوق الزوجین: ۲۱۱ ملخصاً)

فقہاء کرام نے یہاں تک عورت کی ملکیت کو تسلیم کیا ہے کہ وہ شوہر کو اپنے مکان سے بے دخل بھی کر سکتی ہے، اور شوہر سے مطالبہ کر سکتی ہے کہ اس کے لیے رہائش فراہم کی جائے؛ کیوں کہ اسے خود اپنے مکان کے کرایہ کی ضرورت ہے، لطف یہ ہے کہ عورت کو اس صورت میں نفقہ بھی ملے گا۔

(شامی: باب النفقة ۳/ ۵۷۷، المکتبة الشاملہ)

(۳) بیوی کو اپنے رشتہ داروں سے حق ملاقات دینا

ارشاد خداوندی ہے: اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور قرابت کے بارے میں ڈرتے رہو، بے شک اللہ تمہارے حال کا نگران ہے۔(سورة النساء)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: ملت اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحمی واجب ہے اور قطع رحمی حرام ہے، حضرت اسماء کو سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی مشرک والدہ (قتیلہ بن عبد العزی) کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔(قرطبی: النساء: ۱)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت زبیرؓ کے نکاح میں تھیں، صلح حدیبیہ کے زمانے میں ان کی مشرک والدہ (قتیلہ) مدینہ منورہ آئیں، حضرت اسماء نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا: میری والدہ آئی ہوئی ہیں اور وہ مجھ سے توقع رکھتی ہیں تو کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہوں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو، امام بخاری نے اس حدیث پر یہ عنوان لگایا: شوہر والی عورت کا اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔

(بخاری : باب صلة المرأة امها ولها زوج:٥٩٧٩)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں:

نکاح کی وجہ سے پہلے رشتے ختم نہیں ہوجاتے؛ بلکہ پہلے کے رشتے اسی اہمیت کے ساتھ باقی رہتے ہیں، ازدواجی رشتہ تو ایسا ہے کہ ٹوٹ سکتا ہے اور توڑا جاسکتا ہے؛ لیکن والدین اور اولاد کا رشتہ اٹوٹ ہے، اس لیے یہ کیسے درست ہوسکتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کے والدین یا محرم رشتہ داروں سے ملاقات کرنے سے روک لے؟ یہ قطع رحمی ہے اور قطع رحمی حرام ہے، عورت کو اپنے والدین سے ملنے اور والدین کو اپنی بیٹی سے ملاقات کرنے کا حق حاصل ہے؛ بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر عورت کے والدین اور اس کے محرم رشتہ دار اسی شہر میں موجود ہوں تو ہفتہ میں ایک مرتبہ اسے والدین کے یہاں جانے اور ان سے ملاقات کرنے اور مہینہ میں (بلکہ سال میں) ایک دفعہ محرم رشتہ داروں، بھائی، چچا وغیرہ سے ملاقات کرنے کا حق حاصل ہے، شوہر اس سے روک نہیں سکتا، اسی طرح اس کے والدین اگر خود ملاقات کے لیے آئیں تب بھی انھیں ملاقات سے روکا نہیں جاسکتا۔ (روزنامہ منصف: مینارۂ نور: ۱۰/۱۰/۲۰۱۴ء)

(۴) بیوی اور اس کے رشتہ داروں کو ایذا نہ دینا

ارشاد خداوندی ہے: اور نھیں محض ستانے کی خاطر نہ روکے رکھنا کہ یہ زیادتی ہوگی اور جو ایسا کرے گا وہ درحقیقت اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ (البقرة:٢٣١)

نیز ارشاد فرمایا: اور انھیں تنگ کرنے کے لیے ستاؤ نہیں۔ (سورہ طلاق:٦)

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: (بیوی کو) برا نہ بولو، یعنی ایسی باتیں نہ کہو جس سے اس کو ناگواری ہوتی ہو۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر ۲/ ۶۳)

معرکہ خیبر اور اس سے پیشتر کی جنگوں میں حضرت صفیہؓ کے خاوند اور یہودی والد دشمنئ اسلام کے جرم میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جا چکے تھے، حضرت صفیہؓ پر اس کا طبعی صدمہ تھا، بعد میں جب حضرت صفیہؓ نے اسلام قبول کر کے سرکار دو عالم ﷺ کی شرف زوجیت حاصل کیا تو باوجود یہ کہ ان کے عزیز واقارب اور قوم کے افراد خود اپنی ہی شرارتوں کی وجہ سے انجام کو پہنچے تھے؛ مگر حضرت صفیہؓ چوں کہ اس حادثہ پر دلگیر تھیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے بار بار معذرت فرمائی کہ اے صفیہ! تمہاری قوم کے ساتھ جو کچھ کاروائی میں نے کی ہے اس پر میں تم سے معذرت خواہ ہوں، ان لوگوں نے یہ یہ حرکتیں کی تھیں (جس کی وجہ سے یہ اقدام کرنا پڑا تھا) پھر راستہ تمام اللہ کے رسول ﷺ ان کی خاص دلجوئی فرماتے رہے، ان کو اونٹ پر چڑھنا ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ اپنا گھٹنا مبارک رکھ دیتے، وہ اپنا پیر اس پر رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاتیں، اس حالت میں کبھی اونگ لگ جاتی اور کجاوے کی لکڑی سے سر ٹکرا جاتا تو اللہ کے رسول ﷺ اپنے دستِ مبارک سے ان کو چھوتے اور فرماتے: بی بی ذرا سنبھل کے!! حضرت صفیہؓ اللہ کے رسول ﷺ کے اس طرز عمل سے ایسی متأثر ہوئیں کہ فرمایا کرتی تھیں: میں نے کبھی اللہ کے رسول ﷺ سے اچھے اخلاق والا کسی کو نہیں دیکھا۔

(الروض الانف ۷/ ۱۰۶۔ ذکر المسیر الی خیبر۔ السیرۃ الحلبیہ ، غزوۃ خیبر ۳/ ۶۶۔ تاریخ دمشق ۳/ ۳۸۵)

حضرت صفیہ یہودی النسل تھیں، اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، قبولیت اسلام کے بعد ایک موقع پر ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ نے طنزیہ طور پر ان کو "یہودیہ" کہہ دیا تھا، اللہ کے رسول ﷺ اس پر سخت ناراض ہوئے اور چند دنوں تک حضرت زینب سے قطع تعلق فرما لیا اور بات چیت بھی بند کر دی تھی۔ (امتاع الاسماع ۶/ ۱۲۰)

ایک دفعہ حضرت صفیہؓ روتی بیٹھی تھیں، اللہ کے رسول ﷺ ان کے پاس داخل ہوئے اور رونے کا سبب دریافت فرمایا: حضرت صفیہؓ نے عرض کیا کہ حضرت عائشہؓ وحفصہؓ میرے تعلق سے تبصرہ کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ہم صفیہ سے بہتر ہیں؛ کیوں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کی خاندانی

بہنیں بھی ہیں اور بیویاں بھی، اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے فرمایا: تم نے ان سے یہ کیوں نہیں کہا کہ تم مجھ سے کیسے بہتر ہوسکتی ہو کہ میرے باپ ہارون علیہ السلام، چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خاوند محمد ﷺ ہیں۔ (رحمة للعلمین ۱/ ۴۲۸)

حضرت ام رومانؓ حضرت عائشہؓ کی والدہ اور آپ علیہ السلام کی خوش دامن ہوتی تھیں، ان کے حق میں آپ علیہ السلام نے یہ توصیفی کلمات ارشاد فرمائے کہ اگر کوئی دنیا میں حور جیسی عورت کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے تو ام رومانؓ کو دیکھ لے۔ (معرفة الصحابه لابی نعیم۶/ ۳۴۹۸) ان کی وفات ۶ ھ میں ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ بذات خود قبر میں اترے اور یہ دعا بھی فرمائی کہ اے اللہ! ام رومانؓ تیری راہ میں اور تیرے رسول کی خاطر کیا کیا مصیبتیں جھیلیں ہیں، تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ (الروض الانف ۴/ ۲۴)

سرکار دوعالم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی کہ عنقریب تم مصر کو فتح کرلو گے؛ لیکن یاد رکھنا کہ فتح یابی کے بعد اہل مصر سے اچھا سلوک کرنا کیوں کہ ان سے سسرالی رشتہ بھی ہے۔ (اس لیے کہ حضرت ماریہ قبطیہؓ جو اللہ کے رسول ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کی والدہ ہیں، ان کا تعلق مصر ہی سے تھا)۔ (مسلم شریف مع شرح محمد فؤاد الباقی:۲۵۴۳۔ دلیل الفالحین ۳/ ۲۱۸)

اللہ کے رسول ﷺ نے جس وقت حضرت جویریہؓ سے شادی کی تو لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے (نبو مصطلق سے) سسرالی رشتہ قائم فرمالیا ہے، لہٰذا لوگوں نے ازخود بنو مصطلق کے سارے قیدیوں کو رہا کردیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ہم کو کوئی ایسی خاتون معلوم نہیں جو حضرت جویریہؓ سے زیادہ اپنی قوم کے حق میں مبارک ثابت ہوئی ہو۔ (عیون الاثر ۲/ ۳۷۲)

ارشاد نبوی ﷺ ہے: اے لوگو! میرے صحابہؓ، میرے سسرال اور میرے دامادوں کے بارے میں میری حفاظت کرنا۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ۳/ ۱۶۸)

شیخ العرب والعجم حضرت اقدس الشاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ فرماتے ہیں:

(ارشاد خداوندی ہے) واتقوا الله الذی تساء لون به والأرحام (ترجمہ: اور اس

اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور قرابت کے بارے میں ڈرتے رہو) والأرحام سے کیا مراد ہے؟ اکثر لوگ ارحام یعنی خون کے رشتے خالی اپنے ماں باپ، بہن بھائی کے رشتے کو سمجھتے ہیں؛ لیکن بیوی کے رشتہ داروں کو خون کا رشتہ نہیں سمجھتے، اس لیے آج میں اس آیت کی تفسیر نقل کر رہا ہوں جو علامہ آلوسی السید محمود بغدادی نے تفسیر روح المعانی میں کی ہے اور میں عربی عبارت بھی نقل کر رہا ہوں تا کہ اہل علم بھی مزہ پائیں، فرماتے ہیں: المراد بالأرحام الاقرباء من جهة النسب ومن جهة النساء ، یعنی خون کے رشتوں سے مراد وہ رشتے بھی ہیں: جو ہمارے خاندانی بنتے ہیں اور وہ رشتے بھی ہیں جو بیوی کی طرف سے بھی بنتے ہیں یعنی بیوی کی اماں، جس کا نام ساس اور بیوی کے ابّا جس کا نام خسر ہے، خسر کے معنی ہیں بادشاہ، فارسی میں خسر اور اردو میں سسر کہتے ہیں اور بیوی کا بھائی جس کو انگریزی والے تو بے چارے برادران لاء کہتے ہیں؛ مگر اردو میں بعض لوگ سالا کہہ دیتے ہیں؛ لیکن ہمارے بزرگوں نے فرمایا: لفظ سالے سے احتیاط کرو، یہی کہہ دو کہ میری بیوی کے بھائی ہیں، یا بچوں کے ماموں ہیں اور اگر اچھی اردو آتی ہو تو برادرِ نسبتی کہہ لیجیے، چلیے اگر آپ انگلش میں ہے تو برادران لاء کہہ دیجیے؛ لیکن لفظ سالے سے احتیاط کیجیے کیوں کہ یہ لفظ اب گالیوں میں استعمال ہوتا ہے، اگر کسی کے ساس سسر یا برادر نسبتی غریب ہوں اور ان کو فاقہ ہو رہا ہو تو اگر اللہ نے دیا ہے تو ان کی دیکھ بھال کرنا گویا کہ اپنے ماں باپ اور اپنے بھائی کی دیکھ بھال کرنا ہے، اپنے ماں باپ کے حقوق اور عزت کو تو لوگ جانتے ہیں؛ لیکن بیوی کے ماں باپ کی عزت کرنا بھی اپنے ماں باپ کی طرح عزت میں داخل ہے اور ذرا ذرا سی بات پر اپنی حکومت نہ جتایئے۔

مثلاً ساس بیمار ہے اور داماد صاحب آ گئے، اس نے کہا کہ میری بیٹی کو آپ دو دن بعد لے جایئے تو کہتے ہیں: نہیں نہیں نکاح کے بعد اب تمہاری حکومت ختم "الرجال قوامون على النساء" ترجمہ: مرد عورتوں پر حاکم ہیں، واہ رے مولانا! خوب آیت یاد کی ہوئی ہے، میری حکومت ہے، یہ حکومت ہے یا بے رحمی ہے، نالائقی ہے؛ اگر اپنی ماں بیمار ہوتی تو کیا کرتے، جو وہاں کرتے

ہووہ یہاں بھی کرو، رحم کرو، خود پکالو، ہوٹل میں کھالو، آپ کی بیوی دوایک روز اور رہ جائے گی، اپنی ماں کی خدمت کرلے گی تو کون ساغضب ہوجائے گا۔ (مواعظِ دردِ محبت ۱/۲۲۸)

(۵) دینی تعلیم وتربیت کی فکر کرنا

ارشاد خداوندی ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (التحریم: ٦)

حضرت علیؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ ان کو تعلیم دے اور ان کو ادب سکھلائے، حضرت جابرؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جو اپنے گھر والوں کی تعلیم وتربیت کے لیے اپنے گھر میں کوڑا لٹکائے رکھتا ہو۔

(المغنی لابن قدامه ۷/۳۱۹)

علامہ مناویؒ فرماتے ہیں: کوڑا لٹکانے سے اس جانب اشارہ ہے کہ مار دھاڑ سے کام نہ لے؛ بلکہ تنبیہ اور ڈرانے کی صورت اختیار کرے اگر کام چل جائے تو مارنے کی نہ سوچے، بصورت دیگر تادیبی کاروائی کرے؛ مگر چہرے اور نازک مقامات پر نہ مارے، نیز مارنے میں جذبۂ انتقام کارفرما نہ ہو، اور دل کی بھڑاس نکالنا بھی مقصود نہ ہو، خالص خیرخواہی پیش نظر ہو ورنہ وبال خود آدمی پر پڑے گا۔ (فیض القدیر : دف الراء:٤٤٢٨)

علامہ عمر بن محمد سنامی الحنفیؒ فرماتے ہیں: مسلمان شوہر اپنی مسلمان بیوی کا نماز چھوڑنے پر محاسبہ کرے؛ بلکہ نماز چھوڑنے پر ایسی مار مارنے کی بھی شوہر کو اجازت ہے جس سے عورت کا حلیہ وجمال نہ بگڑتا ہو۔ (نصاب الاحتساب ١/٣٦٤)

تاہم صحیح بات یہ ہے کہ آدمی اس صورت میں مار دھاڑ سے کام نہ لے؛ بلکہ نصیحت وفہمائش کرتے رہے، عنداللہ وہ بری رہے گا، گنہگار عورت رہے گی۔ (قرة عين الاخيار لتكمله رد المحتار ٨/١٣)

اللہ کے رسول ﷺ اپنی ازواج کا دینی اہتمام خوب فرماتے تھے چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ: ایک رات اللہ کے رسول ﷺ بیدار ہوئے پھر یوں فرمایا: سبحان اللہ! آج کی

رات کتنے فتنوں کا نزول ہوا اور کتنے خزانے کھولے گئے !! حجرے والیوں (ازواج مطہرات) کو کون بیدار کرے گا (نماز پڑھنے کے لیے) (بخاری: باب التکبیر والتسبیح عند التعجب : ٦٢١٨)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ رات کے اوقات میں تہجد میں مشغول رہتے، اخیر میں جب وتر پڑھنے کا ارادہ ہوتا تو پائے مبارک سے مجھے مَس کرتے (تا کہ میں بھی وتر پڑھ لوں) (نسائی مع شرح ذخیرۃ العقبی : باب ترک الوضومن مس الرجل امراتہ:١٦٦) اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کو سورۂ نور سکھانے کی تلقین بھی فرمائی ہے۔(کنز العمال :٤٤٩٤٩)

حضرت سلمان فارسیؓ نے پہلی رات ہی سے اپنی اہلیہ کی تعلیم وتربیت اور ہدایات نبوی کا لحاظ رکھنے کا نمونہ پیش فرمایا: قبیلہ کندہ کی ایک خاتون سے آپ نے نکاح فرمایا تھا، دلہن ہی کے گھر میں شب زفاف گزارنے کا نظم تھا، آپؓ تشریف لائے تو دیکھا کہ سارا گھر خوش نما پردوں سے آراستہ ہے، ارشاد فرمایا: کیا بات ہے آخر تمہارے گھر کے در و دیوار کو بخار آ گیا ہے یا کعبۃ اللہ مکہ سے کندہ منتقل ہو گیا ہے؟ اتنا کہہ کر سوائے دروازے والے پردے کے سارے پردے اتروا دیے، کمرہ میں داخل ہوئے تو بہت سارا ساز وسامان نظر آیا، فرمایا: یہ کس کا ہے؟ گھر کے افراد نے کہا: آپؓ کا، اور آپؓ کی اہلیہ کا، حضرت سلمانؓ نے ارشاد فرمایا: میرے خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم یہ نہیں تھی، میرے خلیل علیہ السلام نے تو مجھے یہ وصیت فرمائی کہ دنیا سے یہ میرا ساز وسامان بس اتنا ہو جتنا سوار کا توشہ، غرض جب بیوی کے ساتھ خلوت ہوئی تو ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر برکت کی دعا مانگی، پھر ان سے کہا: کیا تم میرے حکم کی تابعداری کرو گی؟ اہلیہ نیک بخت تھیں، جواب میں کہا: اسی نیت و ارادے سے بیٹھی ہوں، فرمایا: میرے خلیل علیہ السلام کی مجھ کو یہ وصیت ہے کہ جب میں اپنی گھر والی سے یکجائی کروں تو اللہ کی فرمانبرداری پر کروں، اپنی اہلیہ کی اس طرح ذہن سازی فرما کر یہ نیا نویلا جوڑا اللہ کے حضور کھڑا ہو گیا، نوافل پڑھے پھر اپنی ضرورت کو پورا کیا۔(تاریخ دمشق ٤٢٩/٢١)

بیوی کے اخلاقی حقوق

اس سے مراد وہ حقوق ہیں جن کا شوہر اگر لحاظ کرے تو ازدواجی زندگی پاکیزہ وخوشگوار اور روزمرہ کی تلخیوں سے مامون ومحفوظ رہتی ہے، ازدواجی زندگی کا اصل کمال یہی ہے اور یہی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک زبردست نشانی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیے یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں (سورۃ الروم: ۲۱) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگے اے اللہ کے رسول! ایک یتیم لڑکی ہماری پرورش میں ہے، اس کے لیے دو رشتے آئے ہیں، ایک مالدار آدمی کا اور ایک تنگدست آدمی کا، ہماری خواہش مالدار آدمی سے نکاح کرنے کی ہے جب کہ لڑکی کا میلان تنگدست آدمی کی طرف ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی کوئی چیز دیکھی نہیں گئی (کنز العمال: ٤٥٥٩٧) یعنی جب ایک دوسرے کی جانب میلان ہوگیا ہے تو نکاح کی وجہ سے باہمی محبت وتعلق میں مزید اضافہ ہی ہوگا۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح ٤٦/١٠) ذیل میں چند اخلاقی حقوق درج کئے جاتے ہیں:

(۱) بیوی کے ساتھ دلی محبت رکھنا

اللہ کے واسطے اور سنت رسول ﷺ کے خیال سے اپنی بیوی سے محبت رکھنا، ایمان کی علامت اور اجر وثواب والا عمل ہے، حضرت علیؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد

فرمایا: بندہ کے ایمان میں جب اضافہ ہوتا ہے تو بیویوں سے محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

(مسند الفردوس: ٤٩٢٩)

حضرت انسؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں (۱) عورتیں (۲) خوشبو (۳) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (نسائی، باب حب النساء: ٣٩٣٩) علامہ سیوطیؒ کا بیان ہے: اس حدیث سے نبی پاک ﷺ کا قوتِ نظریہ وقوت عملیہ میں کامل ہونا معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ قوتِ نظریہ کا کمال یہ ہے کہ انسان کا دل دھیان تمام تر اللہ کی طرف رہے، نماز کے اندر یہی چیز ہے اور قوت عملیہ کا کمال یہ ہے کہ آدمی کا برتاؤ وسلوک خلق کے ساتھ عمدہ وشفقت بھرا ہو، خوشبو اور بیویوں سے محبت میں یہی کمال پوشیدہ ہے (شرح السیوطی لسنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء ٧/٢٧) اللہ کے رسول ﷺ کو عورتوں سے محبت ہونے کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے واسطے سے خلوت کے معمولات امت کے سامنے آجائیں اور یہ محبت، عبدیت کے حقوق کی ادائیگی میں مخل نہ تھی، بلکہ تعلق مع اللہ اور انقطاع الی اللہ کا باعث تھی، اس لیے اس کے خوب ہونے میں کیا کلام ہے؟ (حاشیہ السندی علی النسائی، کتاب عشرۃ النساء: ٣٩٣٩) یوں تو اللہ کے رسول ﷺ ساری ازواج مطہرات کے ساتھ محبت وعدل کا معاملہ فرماتے تھے، تاہم حضرت عائشہؓ سے بے اختیار لگاؤ زیادہ تھا، حضرت عائشہؓ سے محبت کا یہ حال تھا کہ مرض الوفات میں اللہ کے رسول نے ان کے تعلق سے نہایت غیر معمولی جملہ ارشاد فرمایا کہ اے عائشہؓ مجھے موت اس لیے بھی آسان لگتی ہے کہ میں نے تم کو جنت میں اپنی بیوی کے طور پر دیکھا ہے۔ (سبل الھدی والرشاد ١١/١٦٩)

بعض اوقات جب حضرت عائشہؓ پانی پیتیں تو آپ علیہ السلام ان کے ہاتھ سے پیالہ لے کر وہیں لبِ مبارک لگا لیتے جہاں سے انہوں نے پیا تھا، (بسا اوقات) جب حضرت عائشہؓ ہڈی پر سے گوشت کھاتیں تو آپ ﷺ ان سے ہڈی لے کر وہیں سے منھ لگا کر تناول فرماتے جہاں سے حضرت عائشہؓ نے کھایا تھا۔ (مسند احمد: ٣٤٣٢٨۔ ابن حبان، ذکر ما یستحب للمرء من مواکلۃ عیالہ: ٤١٨١)

ایک دفعہ ایک سفر میں حضرت عائشہؓ کی سواری کا اونٹ بدک گیا اوراوران کو لے کر ایک طرف کو بھاگا، آنحضرت ﷺ اس قدر بے قرار ہوئے کہ بے اختیار زبان مبارک سے نکل گیا "واعرو ساہ" ہائے میری دلہن۔ (مسند احمد: ٢٦١١٢)

ایک صاحب نے حضرت تھانویؒ کو لکھا کہ: کچھ عرصے سے بیوی کی طرف محبت زیادہ ہوگئی ہے، یہ میرے واسطے کوئی مضر تو نہیں ہے، طبیعت کو اس طرف زیادہ خیال ہو رہا ہے اور جو بات میرے واسطے مفید ہو اس سے مطلع فرما دیجئے؟، جواب: عین سنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ثمراتِ نیک دونوں کو عطا فرما دے، جب تقویٰ بڑھتا ہے تو بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے۔ (تربیت السالک حصہ اول)

(۲) بیوی کی دلجوئی کرنا

بیوی کی دلجوئی کرنا، اس کی تفریحِ طبع کا سامان کرنا اور اس کے دماغ کو راحت پہنچانا، نبی پاک ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو گیارہ سہیلیوں کا سبق آموز قصہ سنایا تھا جس میں ہر سہیلی نے الگ الگ انداز سے اپنے اپنے شوہر کی خوبیوں خامیوں کو بیان کیا، گیارہویں سہیلی ام زرع نے اپنے شوہر ابوزرع کے حسن سلوک اور اس کے بے پایاں الطاف وعنایت کا والہانہ تذکرہ کیا، اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے کہانی کے اخیر میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا: میں تیرے حق میں ایسا ہوں جیسا کہ ام زرع کے حق میں ابوزرع! اتنا فرق ہے کہ ابوزرع نے بالآخر ام زرع کو طلاق دے دی تھی اور میں نہیں دوں گا۔ (شمائل ترمذی ونسائی)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ کے اخلاق عالیہ کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ نہایت عمدہ طرزِ معاشرت رکھتے تھے، چہرۂ مبارک ہمیشہ کھلا ہوتا، اپنے اہل وعیال کے ساتھ دلجوئی اور نرمی وملاطفت فرماتے، ان پر نفقہ وخرچ میں وسعت سے کام لیتے، اپنی ازواجِ مطہرات کو ہنسایا بھی کرتے، حتیٰ کہ محبت وتعلق کی بنیاد پر حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ بھی لگاتے، چنانچہ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے: اللہ کے رسول نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو میں آپ علیہ السلام سے آگے بڑھ گئی، اس وقت میں دبلی پتلی چھریرے بدن کی تھی، پھر جب میں کچھ بھاری بھر کم ہوگئی تو اس زمانے

میں اللہ کے رسول نے میرے ساتھ پھر دوڑ لگائی اور مجھ سے آگے بڑھ گئے، اور یوں فرمایا: یہ پہلی دوڑ کا جواب ہے! (نسائی: ۸۹۴۲) اللہ کے رسول ﷺ کی جس زوجہ مطہرہ کے یہاں باری ہوتی، وہاں ہر رات ساری ازواج اکٹھا ہوجایا کرتیں اور بسا اوقات اللہ کے رسول ﷺ ان کے ہمراہ رات کا کھانا تناول فرماتے، پھر ہر زوجہ مطہرہ اپنے اپنے حجرے کو لوٹ جاتیں، اللہ کے رسول ﷺ جس زوجہ مطہرہ کے یہاں شب گذاری فرماتے تو ان کے ساتھ ایک چادر ہی میں سویا کرتے، اپنے کندھے سے چادر رکھ دیتے اور تہبند کے ساتھ آرام فرماتے، عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر گھر تشریف لاتے تو سونے سے قبل اپنے اہل وعیال کی دل بہلائی کی غرض سے کچھ دیر بات چیت فرمالیتے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کے رسول (کی ذات مقدسہ) میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۲/۲٤۲۔سورۃ النساء:۱۹) عصر کی نماز کے بعد خود اللہ کے رسول ﷺ ہر زوجۂ مطہرہ کے حجرے تشریف لے جاتے ان سے اظہار قرب فرماتے اور ان کے حالات کا جائزہ لیتے اور ان کی ضروریات کی خبر گیری فرماتے۔ (فیض القدیر: ٦٦٦١۔ حرف الخاء) حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہر صبح کو اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لاتے تو خود اُن کو سلام کرتے۔ (مجمع الزوائد ۲/۳۱۹، شمائل کبریٰ ۱۰/۳۲۰) حضرت انسؓ راوی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول: اہل وعیال کے ساتھ بیٹھے رہنا آپ ﷺ کو زیادہ پسند ہے یا مسجد میں بیٹھے رہنا، ارشاد فرمایا: اہل وعیال کے پاس ایک گھڑی بیٹھے رہنا مجھے اپنی اس مسجد میں اعتکاف سے زیادہ پسند ہے۔ (تنبیہ الغافلین، باب النفقة علی العیال: ٤٩٤) علماء ومفسرین کا کہنا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ انسان کو حضوری کی دولت نصیب ہوجائے اور اور اہل وعیال سے مخالطت، یادِ الٰہی اور طاعتِ خداوندی میں رکاوٹ نہ بنتی ہو۔ (البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید ۷/٦۳۔ سورۂ تغابن) حضرت عثمانؓ محض اپنی اہلیہ کی تیمارداری ودلجمعی کی خاطر اسلامی تاریخ کی پہلی جنگ غزوۂ بدر میں شرکت نہ فرما سکے، اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: میں اپنی بیٹی کے تعلق سے بہت بے چین ہوں، تم اس غزوہ میں حاضر ہونے سے مستثنٰی ہو، اپنی اہلیہ کے پاس ہی

رہواوراوران کی تیمارداری کرتے رہو، یہاں تک کہ وہ اپنی بیماری سے افاقہ پائے۔(الفتوح لابن أعثم الکوفی المتوفی ۳۱۴ھ ۲/ ۴۰۷)

(۳) نازبرداری کرنا

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: عورتیں تو فطرۃً اور قانوناً مرد کے تابع ہیں اور مرد محبت کی وجہ سے تابع ہوجاتے ہیں (حقوق الزوجین: ۱۷۰) یعنی مرد حاکم ہونے کے علاوہ اپنی بیوی کا محبّ بھی ہوتا ہے اور عورتیں محکوم ہونے کے ساتھ ساتھ مردوں کے عشق ومحبت کا محور بھی ہوتی ہیں، یہ ایسی دومتصادم حیثیتیں ہیں جن کے ہوتے ہوئے میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں محض قانون کی خشکی قائم نہیں رکھی جاسکتی بلکہ بسا اوقات مرد کو اپنی بیوی کے ناز نخرے بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں اور اپنے منصب سے نیچے اتر کر صلح کی راہ بھی اختیار کرنی پرتی ہے۔

نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ایسے وقت اللہ کے رسول کے یہاں داخل ہوئے کہ حضرت عائشہؓ تیز آواز سے بول رہی تھیں، حضرت ابوبکرؓ نے جب اپنی بیٹی کی یہ بلند آوازی کو سنا تو __ یہ کہتے ہوئے کہ کیا بات ہے اللہ کے رسول کے آگے میں تم کو اپنی آواز بلند کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں __ ان کو پکڑ لیا تا کہ طمانچہ لگائیں، اللہ کے رسول ﷺ درمیان میں آکر حضرت ابوبکرؓ کو روکنے لگے اور حضرت ابوبکرؓ غصہ کی حالت میں باہر نکل گئے، انؓ کے چلے جانے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہو میں نے تم کو کیسے بچالیا! چند روز بعد حضرت ابوبکرؓ کی اللہ کے رسول ﷺ کے یہاں آمد ہوئی تو انھوں نے اس مبارک جوڑے کو باہم شیر وشکر پایا اور یوں کہا: تم دونوں مجھ کو اپنی صلح صفائی میں بھی شامل کرلو جس طرح تمہاری آپسی جنگ میں میری مداخلت ہوئی تھی، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم نے ایسا کرلیا، ہم نے ایسا کرلیا۔

(ابوداؤد، باب فی المزاح: ۴۹۹۹)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے سر میں درد تھا، آنحضرت ﷺ کا مرض الموت شروع ہورہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میرے سامنے مرتیں تو میں تم کو اپنے ہاتھ سے غسل دیتا اور اپنے ہاتھ سے تمہاری تجہیز وتکفین کرتا، تمہارے لیے دعا کرتا، عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ میری موت

چاہتے ہیں! اگر ایسا ہو جائے تو آپ (ﷺ) اس حجرے میں نئی بیوی لا کر رکھیں، آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔ (بخاری)

واقعۂ افک میں جب وحی سے حضرت عائشہؓ کی برأت ظاہر ہوئی تو ماں نے کہا لو بیٹی اٹھو اور شوہر کے قدم لو، تنک کر بولیں: میں اپنے خدا کے سوا، جس نے میری برأت ظاہر کی کسی اور کی شکر گذار نہیں ہوں، آپ علیہ السلام نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو یا ناراض ہوتی ہو تو مجھ کو پتہ لگ جاتا ہے، ناراض ہوتی ہو تو ''ابراہیم (علیہ السلام)'' کے خدا کی قسم اور خوش رہتی ہو تو محمد (ﷺ) کے خدا کی قسم کھاتی ہو، عرض کیا یا رسول اللہ صرف زبان سے نام چھوڑ دیتی ہوں۔ (سیرت عائشہ:۵۶و۵۷)

(۴) گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹانا

یوں تو فقہاء ومفسرین نے صاف صراحت کی کہ امور خانہ داری کا انجام دینا شرعاً ودیانۃً عورت پر لازم ہے، مردوں پر بالکل لازم نہیں، پس اگر بیوی مرد کے کپڑے دھوتی ہو اور اس کے لیے کھانے پکاتی ہو تو شوہر کے لیے ضروری نہیں کہ وہ بیوی کے لیے اپنی یہ خدمات فراہم کرے (السراج المنیر، البقرة: ۲۲۸۔۱/۱۴۸۔زمخشری ۱/۲۷۲) تاہم سنت رسول اللہ یہ ہے کہ کبھی کبھار بیوی کا ہاتھ بٹا دیا کرے اور اس کے کام میں مدد کر دیا کرے۔

قاضی عیاضؒ کا بیان ہے: اللہ کے رسول ﷺ اپنے گھر میں اپنے اہل خانہ کی خدمت میں مصروف رہا کرتے تھے، اپنے کپڑوں کی جوؤں کو صاف فرماتے، بکری کا دودھ دوہتے، کپڑے کو پیوند خود لگا لیتے، نعلِ مبارک خود گانٹھ لیتے، اپنی خدمت اور اپنا کام خود انجام دے لیتے، گھر کو جھاڑو دے لیتے، اونٹ کو خود باندھ لیتے، اس کے چارہ کا بندوبست فرماتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر تناول فرما لیتے، آٹا گوندھتے، بازار سے اپنا سامان خود اٹھا کر لاتے، ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ نے آپ علیہ السلام کے دست مبارک سے سامان لینا چاہا تو ارشاد فرمایا: صاحبِ سامان ہی اپنا سامان اٹھانے کا زیادہ مستحق ہے۔ (الشفاء ۱/۱۳۲۔فصل واما تواضعه ﷺ) امام غزالیؒ لکھتے ہیں: اللہ

کے رسول خود اپنا جوتا گانٹھتے، کپڑے میں پیوند لگاتے، اپنے گھر کی ٹہل (دیکھ بھال) کرتے اور ازواج مطہرات کے ساتھ گوشت کاٹتے۔ (احیاء العلوم ۲/۵۱٤) باب العلم حضرت علیؓ نے ایک دفعہ ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور اسے اپنی چادر میں رکھ کر اٹھالیا، کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم آپ کا یہ سامان اٹھالیتے ہیں، حضرتؓ نے ارشاد فرمایا: بچوں کا باپ ہی بوجھ اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔ (المختصر فی اخبار البشر ۱/۱۸۲)

(۵) بیوی کے واسطہ زیب وزینت اختیار کرنا

بیوی کے لیے صفائی، ستھرائی اور پاکیزگی اختیار کرنا اور اپنے آپ کو سنوارنا سنتِ نبوی اور طریقۂ اسلاف ہے، رسول اللہ ﷺ کی ساری زندگی صفائی پاکیزگی، خوش وضعی میں بے مثال تھی، کون نہیں جانتا کہ سفر وحضر ہر حال میں آئینہ، کنگھی، سرمہ دانی اور اس قسم کی چیزیں جن سے اصلاح ودرستگی میں مدد ملتی ہے، رسول اللہ ﷺ التزاماً اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے، سید الکونین ﷺ اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی بری ہیئت میں رہے، حضرت عطاءؒ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے پریشان تھے، آپ ﷺ نے اشارے سے فرمایا کہ بالوں کو درست کرلے، چنانچہ اس نے اشارہ نبوی پاکر سر اور داڑھی کے بال درست کرلیے اور اس شخص کے پلٹتے وقت آپ علیہ السلام نے جب اس کو اچھی ہیئت میں دیکھا تو فرمایا کیا یہ ہیئت پہلی ہیئت سے بہتر نہیں جو شیطان سی معلوم ہوتی تھی، یہ حدیث بھی مشہور ہے: بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ (بیوی کے حقوق:۱۵۷)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: جس طرح میں اپنی بیوی کو مزین دیکھنا پسند کرتا ہوں میری چاہت یہ ہے کہ میں بھی اس کے لیے زیب وزینت اختیار کروں۔ (الدر المنثور:سورۃ البقرۃ:۲۲۸)

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے: تم میں سے کوئی جان بوجھ کر یہ حرکت کیوں کرتا ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی بدشکل بوڑھے سے کردیتا ہے، خوب یاد رکھو کہ عورتیں بھی اپنے لیے وہی کچھ پسند کرتی ہیں جو تم مرد اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ (ادب النساء:۲۷۸) بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک عمر رسیدہ شخص

نے اپنے بالوں کو کالا خضاب کر کے کسی نوجوان خوبرو خاتون سے شادی کر لی تھی، چند دن بعد خضاب کا اثر ختم ہو گیا اور بڑھاپا نظر آنے لگا تو عورت کے رشتہ داروں نے حضرت عمرؓ کے یہاں مرافعہ کیا، حضرت عمرؓ نے نہ صرف نکاح ختم کرا دیا بلکہ اس آدمی کی سخت پٹائی بھی کی اور فرمایا: قوم کو تو نے جوانی کا دھوکہ دیا اور اپنے بڑھاپے کو چھپا دیا۔(معالم القربة فی طلب الحسبة ۱/۱۹۸) البتہ اگر جوانی کے زمانے میں کسی وجہ سے بال سفید ہو گئے ہوں تو بعض معتبر اہل افتاء نے سیاہ خضاب لگانے کی اجازت دی ہے، چنانچہ مفتی احمد ممتاز خلیفہ حضرت شاہ محمد حکیم اختر صاحبؒ و تلمیذ رشید مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ رقمطراز ہیں: چوں کہ جوانی میں بالوں کا سفید ہو جانا عیب ہے، لہٰذا ازالۂ عیب کے لیے جوان آدمی کا سفید بال چننا یا اس پر سیاہ رنگ لگانا جائز ہے۔(اصلی زینت:۲۱)

حضرت محمد بن حسنؒ عمدہ و نفیس کپڑے زیب تن کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بیویوں، باندیوں والا آدمی ہوں، اس لیے اپنے آپ کو خوب سنوارتا ہوں تا کہ وہ غیر کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں۔(الموسوعة الفقهية ۱۱/۲۷۱) محض زیب و زینت کی غرض سے بعض فقہاء و محدثین نے سیاہ خضاب استعمال کرنے کی گنجائش دی ہے تاہم جمہور فقہاء نے خالص سیاہ خضاب کے استعمال کرنے سے منع فرمایا، ہاں سرخ، زرد، سفید اور سیاہی مائل خضاب لگانے کو نہ صرف جائز بلکہ مستحسن قرار دیا ہے۔(المبسوط، کتاب التحری ۱۰/۱۹۹۔ غایة الاوطار ۴/۲۷۳۔ المنهيات حكيم ترمذی ۱/۲۰۱، مسلم مع تکمله فتح الملهم ۴/۱۴۹۔ مرقاة المفاتيح ۹/۳۹۸۵۔ جواهر الفقه ۷/۱۶۶)

(۶) نفقہ کے علاوہ جیب خرچ دینا

نان و نفقہ کے ضروری اخراجات کے علاوہ جیب خرچ کے عنوان سے قابلِ لحاظ رقم دینا ایک اخلاقی تقاضا ہے، تا کہ بیوی آزادی کے ساتھ مناسب موقعوں پر اس کو استعمال میں لا سکے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر سکے جس کو جیب خرچ کہتے ہیں، اس کی تعداد اپنی اور اپنی بیوی کی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے، مثلاً سو، پچاس روپئے جیسی گنجائش ہو، یہ رقم خرچ سے علیحدہ دو لیکن صاف

کہدو کہ یہ رقم صرف گھر کے خرچ کے لیے ہے اور یہ رقم تمہاری جیب خرچ ہے یہ تمہاری ملک ہے اس کو جہاں چاہے خرچ کرو۔(التبلیغ)

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: بدترین آدمی وہ ہے جو اپنے اہل وعیال پر تنگی کرے۔(کنز العمال عن ابی امامة:٤٤٩٧٢) نیز فرمایا: وہ آدمی ہم میں سے نہیں جسے اللہ نے وسعت دی ہو پھر وہ اپنے اہل وعیال پر تنگی کرے۔(کنز العمال عن جبیر بن مطعم:٤٤٩٥)

میزان عمل میں سب سے پہلے وہ خرچ رکھا جائے گا جو آدمی اپنے اہل وعیال پر کرتا ہے۔

(عن جابر:کنز العمال:٤٤٤٤٠)

اہل وعیال پر بے لوث طریقہ پر یعنی احسان جتلائے بغیر خرچ کرنے والا جنت میں ایک ایسے درجہ پر فائز ہوگا جس میں بہت کم خوش نصیب اس کے ہمسر ہوں گے۔ (کنز العمال:٤٤٢٨٩ عن ابی هريرة)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دینار وہ ہے جسے تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جس کو تم غلام پر خرچ کرتے ہو، پھر ایک دینار وہ ہے جس کو تم مسکین پر صدقہ کرتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار پر ملے گا جس کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو۔

(مسلم شریف، باب فضل النفقة على العيال:٩٩٥)

حضرت انسؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اہل وعیال پر خرچ کرنا آپ علیہ السلام کو زیادہ محبوب ہے یا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا؟ ارشاد فرمایا: وہ درہم جسے آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے میرے نزدیک راہِ خدا میں ایک ہزار دینار خرچ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔(تنبيه الغافلين،باب النفقة على العيال:٤٩٤)

(٧) بیوی کی سہیلیوں کا لحاظ رکھنا

اللہ کے رسول ﷺ اپنے ازواج مطہرات کی سہیلیوں کا بھی خیال فرمایا کرتے تھے،

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے: مجھے جتنا رشک حضرت خدیجہؓ پہ آتا تھا، اتنا کسی اور عورت پرنہیں آتا تھا، حالانکہ ان کا انتقال میرے نکاح سے تین سال قبل ہی ہو چکا تھا، مگر اللہ کے رسول ﷺ ان کو بکثرت یاد فرمایا کرتے تھے، گھر میں کبھی بکری ذبح ہوتی تو ان کی سہیلیوں کے یہاں ضرور ہدیہ بھیجتے، اہل خانہ کو بھی تاکید کے ساتھ فرماتے کہ خدیجہ کے سہیلیوں کے یہاں اس کو بھیجو، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک دن میں نے حضرت خدیجہؓ سے اس قدر تعلق پر کچھ کہہ دیا تو اللہ کے رسول ناراض ہو گئے اور یوں فرمایا: مجھے ان کی محبت عطا ہوئی ہے۔(مسلم شریف، باب فضائل خدیجه:۲٤۳٥)حضرت عائشہؓ اللہ کے رسول کے پاس گڑیوں سے(جن کا ناک نقشہ واضح نہ تھا) کھیلا کرتی تھیں، اللہ کے رسول کی موجودگی کی وجہ سے ان کی سہیلیاں دبے پاؤں گھر میں داخل ہوتیں تو اللہ کے رسول ﷺ ان کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ (مسلم مع التکمله، باب فضل عائشه ٥/ ١٤٩، شمائل کبری ١٠/ ٣١٥)

(۸) بیوی کے معاملہ میں باغیرت ہونا

اپنے حرم کی عصمت وحفاظت کے تعلق سے حساس و باغیرت ہونا، ایک خوبی کی صفت ہے، ایسا آدمی جسے اپنی بیوی کی پاکدامنی کے بارے میں کوئی فکر و پرواہ نہیں ہوتی، بیوی کے یہاں غیروں کی آمد و رفت پر کوئی روک ٹوک واعتراض نہیں ہوتا، غیروں کی دعوتوں اور ان سے ملاقات واختلاط کے معاملہ میں اسے کوئی تحفظات نہیں ہوتے، وہ مرد کہلانے کے قابل بھی نہیں، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جنت میں دیوث آدمی داخل نہیں ہوگا، صحابہ نے عرض کیا: دیوث کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: جو اپنی بیوی کے معاملہ میں بے غیرت ہو، پرواہ نہ کرتا ہو کہ کون اس کے پاس داخل ہوا ہے۔(فیض القدیر بحواله طبرانی ٣/ ٣٢٧) فرمانِ نبوی ہے: میں بڑا غیرت دار ہوں اور جس آدمی میں غیرت نہیں ہوتی وہ فطرت وقلب کا اوندھا ہوتا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبه، فی الغیرة: ١٧٧١٣) امام غزالیؒ فرماتے ہیں: غیرت کے سلسلہ میں کامیاب تدبیر یہ ہے کہ نہ غیر مرد عورت کے یہاں داخل ہوں اور نہ عورت بازاروں کا رخ کرے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے

اپنی لختِ جگر فاطمۃ الزہراء سے فرمایا: عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے؟ جواب دیا: نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اس کو دیکھ سکے، اللہ کے رسول نے یہ جواب سن کر حضرت فاطمہ کو چمٹا لیا اور فرمایا، یہ ایک ایسی نسل ہے جس کے افراد ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ (احیاء العلوم ۲/ ۴۹)

بعض صحابہ کرام اپنے گھر کی دیواروں کے روزنوں اور سوراخوں کو بند کر دیا کرتے تھے کہ عورتیں جھانک جھانک کر مردوں کو نہ دیکھ سکیں، حضرت عمرؓ کا ارشاد گرامی ہے: عورتوں کو بے لباس رکھو یعنی عمدہ اور دیدہ زیب کپڑوں سے محروم رکھو وہ خود بخود اپنے گھروں کی ٹاٹ بن کر رہیں گے۔ (احیاء علوم الدین، کتاب آداب النکاح ۲/ ۴۹) حضرت معاذؓ نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ وہ کھڑکی سے جھانک رہی ہے تو انہوں نے ان کی تنبیہ کی، ایک دفعہ دیکھا کہ بیوی نے غلام کو بچا ہوا وہ سیب دیا جس کا کچھ حصہ خود کھایا تھا، حضرت معاذؓ نے اپنی بیوی کی سرزنش کی۔ (حوالۂ سابق)

اللہ کے رسول ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: غیرت ایمان سے ہے اور بے غیرتی نفاق سے ہے۔ (شعب الایمان، فصل فی الغیرۃ: ۱۰۳۰۸)

علامہ مناویؒ فرماتے ہیں کہ بے غیرتی کا معنی یہ ہے کہ آدمی کی بیوی کے پاس غیر مرد داخل ہوں اور وہ اسے معمولی بات خیال کر کے وہاں سے خود چلا جائے اور یہ اس کی بیوی کے ساتھ تنہائی میں ہو کر ہنسی مذاق کرتے رہیں۔ (فیض القدیر ۴/ ۴۱۸۔ ۵۸۲۴)

تاہم اس معاملہ میں بے جا تشدد برتنا اور خواہ مخواہ بیوی کی چال چلن پر شبہ کرنا بھی سخت جرم اور گناہ ہے، حضرت جابر بن عتیکؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: غیرت کی بعض صورتیں اللہ کو پسند ہیں اور بعض ناپسند، چنانچہ شک وشبہ کے موقعوں پر غیرت اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور شک وشبہ (کی گنجائش) کے بغیر غیرت کرنا اللہ کو مبغوض ہے۔ (ابو داؤد، باب فی الخیلاء عند الحرب: ۲۶۵۹)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے صاحبزادہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نصیحت کی کہ بیٹا! کسی شک وشبہ کی گنجائش کے بغیر اپنی بیوی کے تعلق سے کثرتِ غیرت کا مظاہرہ نہ کرو، ورنہ اس

کا نقصان یہ ہوگا کہ محض تمہارے اس طرزِ عمل کی وجہ سے بیوی بدنام ہوجائے گی، حالانکہ وہ فی الحقیقت پاکدامن وبری ہے۔(غذاء الالباب، مطلب فی الغیرۃ علی النساء۲/۴۰۰) حضرت جابرؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے آدمی کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ (بے اطلاع طویل سفر سے واپس ہوکر) رات کے اوقات میں (اچانک) اپنے اہل خانہ کے دروازے پر دستک دے(اس بدگمانی کے جذبہ کے ساتھ کہ شاید) ان کی کوئی خیانت پکڑی جائے یا ان کی لغزشوں کو تلاشا جائے۔(مسلم، باب کراهة الطروق:۷۱۵)

بسا اوقات بے جا شکوک وشبہات کرنے کی وجہ سے عورت میں ضد اور ہٹ دھرمی پیدا ہوجاتی ہے اور اس کا ذہن یہ بن جاتا ہے کہ ناکردہ گناہ کی جب یہ سزا ہے تو کیوں نہ گناہ کا مزہ لیا جائے، چنانچہ علامہ سفارینی ۱۱۸۸ھ نے ایسا ہی ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک پاکدامن عورت کا شوہر اس کی چال چلن پر بے جا شک وشبہ کیا کرتا تھا اور بڑی غیرت کیا کرتا تھا، آٹا گوندھنے بیٹھے تو پاس آکر بیٹھ جاتا، باہر بیت الخلاء کی ضرورت سے جائے تو دروازے کے باہر کھڑا رہتا، بیوی اس سے بہت تنگ ہوگئی اور شوہر کو سبق سکھانے کی ٹھان لی، ایک دن موقع پا کر اس نے گھر کی کھڑکی سے ایک راہرو نوجوان سے کہا کہ ظہر کی اذان پر تو فلاں طہارت خانہ میں پہلے سے اندر موجود رہ! ظہر کی اذان ہوئی تو خاتون نے شوہر سے پیشاب کا بہانا کیا اور باہر طہارت خانہ گئی شوہر بھی ساتھ تھا اور باہر کھڑا تھا، یہ خاتون اندر جا کر اس نوجوان سے منہ کالا کرلی اور باہر آکر ڈھٹائی سے اپنے شوہر کو اپنا کارنامہ سنانے لگی اور ساتھ ہی یہ کہنے لگی کہ مجھے اس گناہ کی کوئی خواہش تو نہ تھی محض تیرے دِق کرنے کی وجہ سے میں نے یہ کام کیا۔ (غذاء الالباب ۲/ ۴۰۰)

اس لیے شوہر کو چاہیے کہ بے جا غیرت مندی کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ اپنے اہل وعیال کو عفت وپاکدامنی کی تعلیمات سے آراستہ کرے، سورۂ نور کی ان کو تعلیم وتلقین کرے، غیروں کے اختلاط سے ان کو بچائے، ان کی ذہن سازی کرے، ضروریات کی خود فراہمی کرے، گھر سے باہر نکلنے پر ان کو مجبور نہ کرے اور خود بھی پاکدامن رہے اور بے راہ روی سے اپنے آپ کو بچائے، اللہ

کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: خود پاکدامن اور عفت کے ساتھ رہو، تمہاری عورتیں بھی عفیف وپاکدامن رہیں گی اور خود اپنے والدین کے فرمانبردار رہو، تمہاری اولاد تمہاری فرمانبرداری کرے گی۔(طبرانی اوسط:۱۰۰۲) امام ابن مفلحؒ کہتے ہیں کہ: بعض عبادت گذاروں کا کہنا ہے: جب کبھی میں نے کسی نامحرم عورت پر نگاہ ڈالی تو اس کی پاداش میں میری بیوی سے بھی غیر مرد کو دیکھنے کی حرکت سرزد ہوئی۔(غذاء الالباب ۲/۴۳۹)

(۹) بیوی کی قدردانی وحوصلہ افزائی کرنا

بیوی کی گھریلو خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا، اس کی قربانیوں کا اعتراف کرنا، اس کے کام کاج کی حوصلہ افزائی کرنا، شوہر کے ذمہ ایک لازمی اخلاقی حق ہے، بیوی کی خدمات میں خواہ مخواہ خامیاں نکالنا، طعن وتشنیع سے اس کے جذبات کا خون کرنا کوئی اچھی عادت نہیں، صدیقہ کائناتؓ اپنے سرتاج ﷺ کے تعلق سے بیان فرماتی ہیں: آپ ﷺ اپنے مکان کے اندر باکرہ عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے، کھانا گھر والوں سے نہ مانگتے اور نہ ان پر کسی کھانے کی فرمائش کرتے ،اگر انہوں نے کھلا دیا تو کھالیا اور جو سامنے لاکر رکھا قبول فرمایا اور جو پلایا وہ پی لیا اور بعض اوقات اپنے کھانے یا پینے کی چیز کو خود کھڑے ہوکر لے لیتے ﷺ ، کسی کھانے کو کبھی برا نہیں فرمایا، بلکہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا اور اگر برا جانا تو دوسرے کی نظر میں اس کو ناپسند نہیں کیا۔

(احیاء علوم الدین ۲/۵۲۱)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں اللہ کے رسول ﷺ کے واسطے اس دعا کے ذریعہ تعویذ پڑھا کرتی تھی جو حضرت جبرئیل امین رسول ﷺ کے بیمار ہونے پر پڑھا کرتے تھے کہ "أذهب البأس رب الناس تنزل الشفاء لا شافي إلا أنت اشف شفاءً لا يغادر سقماً" مرض الوفات میں بھی میں اسی دعا کے ذریعہ مسلسل دعا کررہی تھی اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنا ہاتھ اٹھالو کیوں کہ وہ اس پوری مدت میں مجھے نفع پہنچا تا رہا ہے۔(صحیح ابن حبان:۲۹۶۲۔ناشر:موسسة الرسالة بيروت ١٤١٤ھ)

حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ عارفیؒ فرماتے ہیں:

جس کے دل میں یہ احساس ہو کہ یہ بیوی کھانے پکانے کی جو خدمت انجام دے رہی ہے یہ اس کا حسن سلوک اور حسن معاملہ ہے، جو وہ میرے ساتھ کر رہی ہے تو وہ اس کے کھانے پکانے کی تعریف کرے گا، اس کی ہمت بندھائے گا، اس کا حوصلہ بڑھائے گا، لیکن جو شخص اپنی بیوی کو نوکرانی یا خادمہ سمجھتا ہو اور کھانا پکانا اس کی ذمہ داری سمجھتا ہو، ایسا شخص کبھی اچھے کھانے پکانے پر بھی اپنی بیوی کی تعریف نہیں کرے گا، اور نمک کی زیادتی یا چینی کی کمی پر ہی گھر میں قیامت برپا کردے گا اور لمبا چوڑا جھگڑا شروع کردے گا، عورت فطری طور پر نرم دل ہوتی ہے، تھوڑی سی تعریف پر پھولے نہیں سماتی، آئندہ اسی کام کو اور اچھا کر کے دکھاتی ہے، لہٰذا ہر چیز مثبت انداز میں بیوی کو سمجھایئے جتنا کام ہو اس پر تعریف کریں، جو عیب یا کوتاہی باقی رہ گئی اس طرح سمجھائیں کہ آئندہ ایسا نہ ہو اور آج ہی سے معمول بنالیں کہ چھوٹے چھوٹے کام پر، بیوی کے چائے بنانے پر، پانی کی گلاس پیش کرنے پر اس کو "جزاك الله خيرا" کہیے، دل وزبان سے شکر گذار بنیے، اس کی خوب حوصلہ افزائی کیجیے، پھر دیکھیے بیوی بھی آپ کی کیسی قدر دان بنتی ہے، دنیا ہی میں حور کا نمونہ آپ کے سامنے آجائے گا، ایسے ہی میاں بیوی کا گھر دنیا ہی میں جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔

(بحوالہ بیوی کے حقوق:۲۰۵)

(۱۰) گھر کا ماحول پُرامن وپُرسکون رکھنا

ایک شوہر اور سرپرست خاندان کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ انتظامی وتربیتی نقطۂ نظر سے اہل خانہ کے حق میں جس قدر رعب وبالادستی کی ضرورت ہوتی ہے اس پر بس کرے، بے جا خوف ودہشت کا ماحول پیدا نہ کرے، اور ان کا چین وسکون برباد نہ کرے، یہ بڑی بے قاعدگی کی بات ہے کہ آدمی گھر کے باہر تو خوش مزاج اور ہنس مکھ رہے اور گھر میں داخل ہوتے ہی شیر اور بھیڑیا بن جائے، حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدترین آدمی وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کو تنگ کرنے والا ہو، صحابہ نے عرض کیا: اپنے اہل وعیال کو وہ کیسے تنگ کرنے والا ہوتا

ہے؟ ارشاد فرمایا: اس طرح کہ جب وہ آدمی گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کی بیوی کے اوسان خطا ہوجاتے ہیں، بچے اِدھر اُدھر دبک جاتے ہیں اور غلام ونوکر راہِ فرار اختیار کرتے ہیں، پھر جب وہ گھر سے باہر نکل جاتا ہے تو اس کی بیوی کے چہرے پر ہنسی خوشی لوٹ آتی ہے اور گھر والے چین کی سانس لیتے ہیں۔ (المعجم الاوسط من اسمه مطّلب: ۸۷۹۸)

حضرت علاء بن حارث سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ذائقہ چکھنے والے طلاق دینے والے کو ناپسند کرتا ہوں جو موجود غذا کو کھالیتا ہے اور غیر موجود کی کھوج وتفتیش میں رہتا ہے، جو اپنی بیوی کے پاس تو شیر بنا رہتا ہے اور باہر لومڑی کی طرح رہتا ہے، لیکن علیؓ کا حال فاطمہ کے حق میں ایسا نہیں ہے، ان کی صورتِ حال تو یہ ہے کہ جو میسر ہوتا ہے کھالیتے ہیں اور جو موجود نہ ہو اس کے بارے میں سوال بھی نہیں کرتے، فاطمہؓ کے پاس لومڑی کی طرح (خاکسار) بنے رہتے ہیں اور باہر شیر کی شان کے ساتھ رہتے ہیں، تم میں سے کسی کو اس بات سے شرم نہیں آتی ہے کہ اونٹ کی بدحواسی کی طرح بدحواسی کا مظاہرہ کرے، پھر اس سے ہم آغوش بھی ہوجائے۔ (ادب النساء، باب ما یؤمر به من الرفق بالنساء: ۱۸۸، منه موماً) حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے اہل خانہ میں بچے کی طرح رہے تاہم جب اس کے جوہر اور خوبی کی تلاشی لی جائے تو وہ مرد کامل ثابت ہو۔ (شرح السنة للبغوی، باب المزاح: ۳۶۰۷)

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں عامرؓ نامی ایک شخص کسی اونچے عہدے پر تھے، ایک بار حضرت عمرؓ سے ملنے کے لیے آئے گھر پہنچے تو دیکھا کہ امیر المؤمنین لیٹے ہوئے ہیں اور بچے پیٹ پر چڑھے ہوئے کھیل رہے ہیں، یہ دیکھ کر عامرؓ نے ناگواری محسوس کی، امیر المؤمنین نے ان کی ناگواری بھانپ لی اور دریافت فرمایا: عامرؓ تمہارا اپنے گھر والوں کے ساتھ کیسا سلوک ہے؟ حضرت عامرؓ نے جواب دیا: امیر المؤمنین جب میں گھر پہنچتا ہوں تو لوگوں پر سکتہ طاری ہوجاتا ہے، سب اپنی جگہ پر دم سادھ کر چپ ہوجاتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: عامرؓ! تم امت محمدیہ کے ایک فرد ہوتے ہوئے یہ نہیں جانتے کہ مسلمان کو گھر والوں کے ساتھ کس طرح شفقت اور نرمی

ومہربانی کا برتاؤ کرنا چاہیے، خاوند بیوی آپس میں ہنسیں کھیلیں کیوں کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی ہو۔(جامع صغیر ۱/ ٦٢۔بحواله مثالی دلها: ٢٦٠)

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں: ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ اپنے اہل وعیال میں نہایت خوش مزاج اور ظریف الطبع بن کر رہا کرتے تھے اور لوگوں کے درمیان نہایت سنجیدہ رہتے تھے۔(المجالسة وجواهر العلم: ١٠٣٨)

بعض مرد حضرات اپنی بیویوں کو اس کا پابند کرتے ہیں کہ وہ ان کے سامنے دست بستہ کھڑی رہے، ان کے کھانے تک نہ کھائے، حالاں کہ یہ نبوی طریقہ نہیں ہے، اللہ کے رسول ﷺ تو اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ گھل مل کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے، کھانا پیش کرنے کا کبھی تقاضا نہ فرماتے، بلکہ ازواج مطہرات کے پیش کرنے پر کھا لیتے، بلکہ بسا اوقات خود اٹھ کر کھانے پینے کی چیزیں لے لیتے، امام مالکؒ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی خدمت میں اس قدر مبالغہ کرنا چاہتی ہے کہ جب وہ گھر میں آئے تو اس کا استقبال کرے، اس کے کپڑے تبدیل کرے اور اس کے جوتے خود اتارے، اور اس کے بیٹھنے تک کھڑی رہے، امام مالکؒ نے فرمایا: شروع کی تین باتوں میں تو کوئی حرج نہیں، البتہ شوہر کے بیٹھنے تک کھڑے رہنے کا طریقہ ٹھیک نہیں، یہ جابر و متکبر لوگوں کا رائج کردہ طریقہ ہے، اسلامی تہذیب نہیں۔(المدخل لابن الحاج، فصل فی القیام للناس ١/ ١٨٧)

اللہ کے رسول ﷺ اپنے ازواج مطہرات کے ساتھ بڑے بے تکلف رہا کرتے تھے، ان کے ساتھ مذاق فرمایا کرتے تھے اور ان کو اپنے جذبات کے اظہار کا پورا موقع عنایت فرماتے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میرے پاس سودہؓ اور رسول اللہ ﷺ موجود تھے، میں خزیر (گوشت وآٹے سے تیار کردہ ایک خاص کھانا) پکا کر لے آئی اور سودہؓ سے کہا کہ کھاؤ انہوں نے کہا: مجھے پسند نہیں، میں نے کہا: اللہ کی قسم تمہیں کھانا پڑے گا ورنہ میں تمہارے چہرے پر اسے مل دوں گی، انہوں نے مگر یہی کہا کہ مجھے نہیں چاہیے، اس پر میں نے برتن سے تھوڑا سا لے کر ان کے چہرے پر مل دیا،

رسول اللہ ﷺ میرے اوران کے درمیان تھے، آپ علیہ السلام گھٹنے موڑ کر جھک گئے تا کہ وہ مجھ سے بدلہ لے لیں، چنانچہ انھوں نے برتن سے تھوڑا سا نکال کر میرے چہرے پر مل دیا یہ منظر دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ ہنسنے لگے۔(المراح فی المزاح ۱/ ٤٨) عبداللہ بن سرجس ؓ کہتے ہیں کہ ضحاک بن سفیان کلابی ؓ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ ہنوز اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہ ہوئے تھے، کہنے لگے: میرے پاس دو بیویاں ہیں جو اس حمیراء (صدیقہ کائنات ؓ) سے زیادہ حسین وجمیل ہیں، میں آپ (علیہ السلام) کے حق میں ایک بیوی سے دستبردار ہوجاتا ہوں تاکہ آپ علیہ السلام اس سے نکاح فرمالیں، حضرت عائشہ ؓ پاس ہی بیٹھی تھیں اور یہ اس زمانہ کی بات ہے جب کہ حجاب کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، برجستہ کہنے لگیں: پہلے یہ بتاؤ کہ تم زیادہ خوبصورت ہو یا تمہاری وہ بیوی؟ انھوں نے جواب دیا: میں اپنی اس بیوی سے زیادہ خوبصورت بھی ہوں، معزز بھی ہوں؛ حالاں کہ حضرت ضحاک بن سفیان شکل وصورت کے اعتبار سے بڑے سیاہ وبھیانک تھے، یہ حلیہ رکھتے ہوئے جب وہ اپنے آپ کو اس بیوی سے بہتر وخوبصورت بتا رہے ہیں تو پھر ان کی بیوی کا حشر کیا ہوگا، ظاہر ہے، اللہ کے رسول ﷺ حضرت عائشہ ؓ کے اس فراست وذہانت سے بھرپور سوال پر ہنس پڑے۔(المراح فی المزاح ۱/ ٧٨)

حقوق الزوجین کی اجمالی فہرست

حضرت تھانویؒ وغیرہ فرماتے ہیں: زوج پر زوجہ کے یہ حقوق ہیں: (۱) حسن خلق (۲) برداشت کرنا ایذاء کا مگر باعتدال (۳) اعتدال کرنا غیرت میں یعنی نہ بدگمانی کرے نہ بالکل غافل ہوجائے (۴) اعتدال خرچ میں یعنی نہ تنگی کرے نہ فضول خرچی کی اجازت دے (۵) احکامِ حیض وغیرہ سیکھ کر اس کو سکھلانا اور نماز اور دین کی تاکید رکھنا اور بدعات اور منہیات سے منع کرنا (۶) اگر کئی عورتیں ہوں تو ان کو برابر رکھنا حقوق میں (۷) بقدرِ حاجت اس سے وطی کرنا (۸) بدون اجازت عزل نہ کرنا (۹) بدون ضرورت طلاق نہ دینا (۱۰) بقدرِ کفایت رہنے کو گھر دینا (۱۱) اس کے محارم اقارب سے اس کو ملنے دینا (۱۲) راز ظاہر نہ کرنا جماع وغیرہ کا (۱۳) حد سے زیادہ نہ مارنا (۱۴) نرمی ودلگی کرنا (۱۵) اوقاتِ شب میں دل بہلائی کی گفتگو کرنا اور اس کی بات چیت کو بھی سننا (۱۶) اس کے لیے زینت اختیار کرنا (۱۷) حلال وپاکیزہ روزی فراہم کرنا (۱۸) ظلم وزیادتی نہ کرنا (۱۹) بیرونِ خانہ کی خدمات خود انجام دینا۔

اور زوجہ پر زوج کے یہ حقوق ہیں:

(۱) ہر امر میں اس کی اطاعت کرنا بشرطیکہ معصیت نہ ہو (۲) اس کے مقدور سے زیادہ نان ونفقہ کا طلب نہ کرنا (۳) بدون اجازت شوہر کے کسی کو گھر میں نہ آنے دینا (۴) بدون اس کی اجازت کے گھر سے نہ نکلنا (۵) بدون اجازت اس کے کسی کو کوئی چیز اس کے مال سے نہ دینا (۶) نفل نماز وروزہ بدون اجازت اس کے نہ پڑھنا نہ رکھنا (۷) اگر صحبت کے لیے بلاوے تو بدون مانع شرعی کے اس سے انکار نہ کرنا (۸) اپنے خاوند کو بوجہ افلاس یا بدصورتی کے حقیر نہ سمجھنا (۹) اگر کوئی امر خلافِ شرع خاوند میں دیکھے ادب سے منع کرنا (۱۰) اس کا نام لے کر نہ پکارنا (۱۱) کسی

کے روبرو خاوند کی شکایت نہ کرنا (۱۲)اس کے روبرو زبان درازی نہ کرنا (۱۳)اس کے اقارب سے تکرار نہ کرنا (۱۴)اس کی اور اس کی اولاد کی خدمت و پرورش کرنا (۱۵)اس کے والدین کو اپنا مخدوم سمجھ کر ان کا ادب واحترام کرنا، ان کے ساتھ لڑ جھگڑ کر یا کسی اور طریقے سے ایذا نہ پہنچانا (۱۶) اس کا شکر بجالانا، اس کی فضیلت و برتری کا انکار نہ کرنا اور اس کے ساتھ اچھی گذر بسر رکھنا (۱۷) اس کے لیے زیب وزینت اختیار کرنا (۱۸) ایسے کام نہ کرنا جس سے اس کو تکلیف اور ناراضگی ہوتی ہو (۱۹) بلا شرعی ضرورت طلاق کا مطالبہ نہ کرنا۔(امداد الفتاویٰ ۲/۲۱۷۔ صحیح فقه السنة وادلته ۳/۱۹۲۔ تنبیه الغافلین ۱/۵۱۷۔ باب حق المرأة علی الزوج۔ مواعظ دردومحبت ۱/۲۹۰)

حقِ زوجیت کے آداب: ایک فتویٰ

میاں بیوی کے حقوق میں حقِ زوجیت بنیادی اہمیت کا حامل بلکہ مقصدِ نکاح ہے، اِدھر مغربی تہذیب کی لعنت سے، میاں بیوی کے ان پاکیزہ تعلقات میں بھی بے راہ روی کی چیزیں پیدا ہوگئی ہیں، زوجین اس بارے میں اسلامی ہدایات کو اپنانے کے بجائے انسان نما حیوانوں کے طور طریقوں کو اختیار کررہے ہیں، راقم الحروف نے اس سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں تفصیلی فتویٰ تحریر کیا تھا، موضوع کی مناسبت سے اسے یہاں من وعن نقل کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ ازدواجی تعلقات کے بارے میں اسلامی و اخلاقی ہدایات کیا ہیں، اورل سیکس یعنی منہ سے ایک دوسرے کے اعضاء تناسل لینا اور عورت کے پچھلے راستہ سے مباشرت کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے ؟ رہنمائی فرمائیں۔

حامداً ومصلیاً الجواب ھوالموفق : اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے، انسان کے تمام طبعی تقاضوں کی اس میں رعایت رکھی گئی ہے، جنسی تسکین بھی انسان کی ایک فطری ضرورت ہے، شریعت نے اس کی تکمیل کے لئے نکاح کا طریقہ جاری فرمایا، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت و رحمت کے جذبات رکھ دیئے، یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور فکر سے کام لیتے ہیں (سورہ روم : ۲۱) اللہ تبارک وتعالی نے مرد وعورت کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا (سورہ البقرہ: ۱۸۷) عورتوں کو مردوں کی کھیتیاں بتلایا (سورۃ البقرہ: ۲۲۳) ہر ایک پر دوسرے کے حقوق کو لازم فرمایا (سورۃ البقرہ : ۲۲۸)

تاہم قرآن پاک نے یہ اشارہ بھی دیا کہ جنسی تقاضے کی تکمیل ایک انسانی ضرورت ہے، اسے ضرورت کے دائرے ہی تک رکھا جانا چاہئے، اصل چیز یعنی فکر آخرت اور اعمال خیر سے غفلت برتنا درست نہیں، چنانچہ پروردگار عالم ارشاد فرماتے ہیں: تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں لہذا اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو جاؤ اور اپنے لئے (اچھے عمل) آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ تم اس سے جا کر ملنے والے ہو (سورہ البقرہ:۲۲۳) مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالی نے ایک لطیف کنایہ استعمال کر کے میاں بیوی کے خصوصی ملاپ کے بارے میں چند حقائق بیان فرمائے ہیں، پہلی بات تو یہ واضح فرمائی ہے کہ میاں بیوی کا یہ ملاپ صرف لذت حاصل کرنے کے مقصد سے نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسے انسانی نسل کی بڑھوتری کا ذریعہ سمجھنا چاہئے جس طرح ایک کاشتکار اپنی کھیتی میں بیج ڈالتا ہے تو اس سے اصل مقصد پیداوار کا حصول ہوتا ہے اس طرح یہ عمل بھی دراصل انسانی نسل کو باقی رکھنے کا ایک ذریعہ ہے، دوسری حقیقت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب اس عمل کا اصل مقصد یہ ہے تو یہ عمل نسوانی جسم کے اسی حصہ میں ہونا چاہئے جو اس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے، پیچھے کا جو حصہ اس کام کے لئے نہیں بنایا گیا اس کو فطرت کے خلاف جنسی لذت کے لئے استعمال کرنا حرام ہے، تیسری بات یہ بتائی گئی کہ نسوانی جسم کا جو اگلا حصہ اس غرض کے لئے بنایا گیا اس تک پہنچنے کے لئے راستہ کوئی بھی اختیار کیا جا سکتا ہے، (توضیح القرآن) - چوتھی بات یہ ہے کہ - ان لذّات میں ایسے مشغول مت ہو جاؤ کہ آخرت ہی کو بھول جاؤ (بیان القرآن)

اگر اس معاملہ میں میاں بیوی اعتدال اور طریقہ سنت سے ہٹ جائیں تو نہ صرف صحت و جسمانی نقصانات کا اندیشہ ہے بلکہ اخلاقی خرابیوں کا پیدا ہونا بھی یقینی ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور یوم آخرت سے امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے (سورۃ الاحزاب : ۲۱) نیز فرمایا: اور رسول تم کو جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے

ڈرتے رہو بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے (سورۃ الحشر:۷) رسول اللہ ﷺ نے ازداجی تعلقات اور صنفی وظائف کے معاملہ میں بہت ساری پاکیزہ اور اخلاقیات سے بھرپور ہدایات دیں (۱) ملاپ کا ارادہ ہو تو دعاء ضرور پڑھے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہمبستر ہونے کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھ لے بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رزقتنا: ترجمہ اللہ کے نام سے (اپنی یہ ضرورت پوری کرتا ہوں) ائے خدا ہم کو شیطان سے بچا اور ہماری مقدر کی اولاد کو شیطان سے بچا،

اس دعا پڑھنے کی برکت یہ ہوگی کہ اگر ان کے ملاپ سے اللہ نے اولاد عطا کی تو وہ ہمیشہ کے لئے شیطانی اثرات ونقصانات سے محفوظ ہوگی (مسند احمد عن ابن عباس) یعنی عین جنسی تسکین کے موقع پر بھی جب کہ آدمی قابو میں نہیں رہتا شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ کو اور اس کے حدود کو یاد رکھے اور شیطان کی چالوں سے چوکنا اور ان سے محفوظ رہنے کی دعا کرتا رہے،

(۲) پردہ کا لحاظ رکھے، مکمل برہنگی اچھی نہیں؛ اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہمبستر ہو تو پردہ کا اہتمام کرے، وحشی گدھوں کی طرح بالکل برہنہ نہ ہو جائیں ۔(بیہقی عن ابن مسعودؓ) حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول کا حال یہ تھا کہ اپنے کسی بیوی سے ہمبستری کرتے تو اپنے سر پر بھی کپڑا ڈالے ہوتے (امتاع الاسماع ۱۱۹/۶)

(۳) بہتر یہ ہے کہ ایک دوسرے کے اعضائے مخصوصہ نہ دیکھیں،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: نہ میں نے اللہ کے رسول کے اس حصہ کو دیکھا ہے اور نہ آپ علیہ السلام نے میرے اس مخصوص حصہ کو دیکھا ہے، اللہ کے رسول کی صورتحال شرم وحیاء کی وجہ سے یہ ہوتی تھی کہ آنکھیں بند کر لیتے، اپنے سر مبارک پر کپڑا اوڑھ لیتے اور اس بیوی سے فرماتے سلیقہ و شائستگی سے رہو۔(امتاع الاسماع ۶/ ۱۱۹) (ابن ماجه)

(۴) کمرہ کی باتیں کسی سے نہ کہیں،

میاں بیوی اپنے باہمی رازوں کی مکمل حفاظت کریں، اپنے آپسی مخصوص تعلقات کسی

سے بیان نہ کریں، یہ بے حیائی اور گناہ کی بات ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے پاس بدترین درجہ کا آدمی وہ ہوگا جو اپنی بیوی کے ساتھ ہم آغوش ہوتا اور بیوی اس کے ساتھ ہم آغوش ہوتی ہے پھر وہ اس کے پردہ وراز کی باتوں کو پھیلا دیتا ہے۔(مسلم عن ابی سعید الخدریؓ) بعض صحابہ کرام وصحابیات کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شیطان کسی شیطانی سے لبِ سڑک ہم آغوش ہو رہا ہو اور سارے لوگ اسے دیکھ رہے ہوں (کنز العمال) ایک روایت میں ہے: ان کی مثال گدھا گدھی کی سی ہے جو راستہ میں ایک دوسرے پر چڑھائی کر رہے ہوں (کنز العمال)

(۵) نقصاندہ مباشرت سے پرہیز کریں،

اللہ تعالی کا فرمان ہے: اور انھیں محض ستانے کی خاطر نہ روکے رکھنا کہ یہ زیادتی ہوگی اور جو ایسا کرے گا وہ درحقیقت اپنے آپ پر ظلم کرے گا (البقرۃ : ۲۳۱) اور ان کو تنگ کرنے کے لئے تکلیف مت پہنچاؤ (سورۃ الطلاق: ٥) حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول کا فیصلہ ہے کہ کوئی کسی کو نقصان نہ پہنچائے اور نہ دو افراد آپس میں ایک دوسرے کا نقصان کریں۔(ابن ماجه) علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: مرد کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنی بیوی سے اس طرح مباشرت کرے کہ اس کو تکلیف اور نقصان ہو جائے (شامی ۳/ ۲۰٤) اس بارے میں طبی ہدایات واصولوں کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

(٦) پچھلی راہ سے مباشرت نہ کرے،

اللہ تبارک وتعالی نے عورتوں کو مردوں کی کھیتیاں قرار دیا ہے اور کھیتی اور افزائشِ نسل سامنے کی راہ سے مباشرت کرنے پر ہوتی ہے، پچھلی راہ سے نہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر کو یہ وحی کی کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ اور آئندہ کے لئے (بھی) اپنے لئے کچھ کرتے رہو اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو اور یہ یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالی کے سامنے پیش ہونے والے ہو (البقرۃ: ۲۲۳)

لہذا تم سامنے سے مباشرت کرو یا پیچھے سے سامنے کی طرف آکر مباشرت کرو مگر پاخانے کی راہ میں اور حالتِ حیض میں مباشرت کرنے سے بچو۔ (ترمذی و ابن ماجه)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا: جو لوگ عورتوں کی پچھلی راہ میں مباشر کرتے ہیں اللہ نے ان پر لعنت فرمائی (طبرانی) بلکہ یہاں تک فرمایا کہ ایسا شخص کافر ہو گیا (طبرانی عن ابی هريرة)

(۷) اعضائے مخصوصہ کو منہ میں لینا،

یہ طریقہ نہ صرف اسلامی شریعت کے خلاف ہے بلکہ عام انسانی مزاج وفطرت کے بھی مخالف ہے، شریعت اسلامیہ نے انسانی جسم کے مختلف اعضاء کی مختلف خدمات و حدود مقرر فر مائیں، ہاتھوں کے ذمہ پکڑنا، دستکاری کرنا اور کھانا پینا ہے، پیروں کے ذریعہ چلنا پھرنا ہے اگر کوئی انسان بجائے پاؤں کے ہاتھوں سے چلنا شروع کر دے تو وہ انسانوں کے طور طریق سے ہٹ رہا ہے، شریعت نے دائیں ہاتھ سے کھانے اور بائیں ہاتھ سے گندگی صاف کرنے کی ہدایت دی ہے اب اگر کوئی اس کے برعکس کر رہا ہے تو وہ شریعت سے ہٹ رہا ہے، ایسے ہی اللہ تبارک تعالی نے شرمگاہوں کے ملاپ کو جنسی تسکین کا ذریعہ بنایا، افزائشِ نسل اور تناسل وتوالد کا سبب ٹھہرایا ہے، اور منہ کو پاکیزہ وحلال غذاؤں کے کھانے کا راستہ پاکیزہ بول بولنے، ذکر وتلاوت کرنے کا محترم ذریعہ بنایا، اب اگر کوئی اس نظام کو تبدیل کر رہا ہے اور انسانی شرافت کا تقدس پامال کر کے ایک نجس وناپاک چیز (مذی، منی اور شرمگاہ کی رطوبت خود چاٹ رہا ہو اور دوسرے کے منہ میں دے رہا ہو) تو وہ درحقیقت نہ صرف اسلامی نظام سے ٹکرا رہا ہے بلکہ اللہ کی فطرت کو بھی تبدیل کرنے کا جرم کر رہا ہے جبکہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت پر چلو جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا ہے یہی بالکل سیدھا راستہ ہے (سورة الروم: ۳۰)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم راجپوری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: عورت کی شرم گاہ کو چومنے اور زبان لگانے کی اجازت نہیں سخت مکروہ اور گناہ ہے، کتوں بکروں وغیرہ حیوانات کی

خصلت کے مشابہ ہے اگر شہوت کا غلبہ ہو تو صحبت کر کے ختم کرے، غور کیجئے! جس منہ سے پاک کلمہ پڑھا جاتا ہے قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے درود وشریف پڑھا جاتا ہے اس کو ایسے خسیس کام میں استعمال کرنے کو دل کیسے گوارا کرسکتا ہے ایک فارسی شاعر کہتا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے: ہزار مرتبہ مشک وگلاب سے منہ دھوؤں تب بھی تیرا پاک نام لینا بے ادبی ہے (فتاویٰ رحیمیه قدیم ٦/ ٢٧٠)

یہ بے حیا و بدتر طریقے مغربی تہذیب کی پیداوار ہے جو ٹی وی انٹرنیٹ کے راستہ سے مسلم نوجوان لڑکے لڑکیوں کے دل و دماغ میں اتر گئے ہیں اوران کے ایمان واخلاق کو برباد کر رہے ہیں اللہ تعالی سارے مسلمانوں کو ان فتنوں سے محفوظ فرمائے اور مسنون اسلامی معاشرت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اس موضوع پر بہت سارا اسلامی لٹریچر دستیاب ہے، ان کو مطالعہ میں رکھنے سے اور اہل اللہ کی مجالس اور دینی محفلوں میں شرکت کرنے سے یہ چیزیں دور ہو سکتی ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زوجین میں نااتفاقی اور صلح کا طریقۂ کار

شرعاً میاں بیوی کے حقوق دوطرفہ ہیں اور ہر جانب سے ان کا لحاظ ضروری ہے، اگر کوئی فریق صرف اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور اپنے شریکِ حیات کے حقوق سے لا پرواہی وغفلت برتے تو نااتفاقی پیدا ہوتی ہے، میاں بیوی آپس میں اچھی معاشرت رکھیں، بدمعاشرتی سے نااتفاقی پیدا ہوتی ہے، شریعت نے شوہر کو جو مرتبہ ومقام دیا ہے، مسلمان بیوی اس کو اپنے دل ودماغ میں ہر دم حاضر رکھے، شوہر بھی اپنی بیوی کی ناگوار عادتوں کو نظر انداز کرے اور بھلی عادتوں پر نظر رکھتے ہوئے خیر کا متوقع رہے، بیوی کی نامناسب حرکتوں پر سخت اور جذباتی کاروائی سے نااتفاقی پھر علیحدگی کی نوبت آتی ہے، شوہر کسی وجہ سے اگر اپنی بیوی کو ناپسند کرتا ہو تو ایک عقل مند بیوی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی ناپسندیدگی کو دور کرے، اپنے بعض حقوق سے اس کو سبکدوش کردے اور حتی الامکان اس نکاح کے بندھن کو قائم رکھے، ایسے مواقع پر بیوی کی ناسمجھی اور انتقامی کاروائی تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔

میاں بیوی کے مابین خدانخواستہ نااتفاقیاں پیدا ہوگئی ہوں اور وہ اپنے طور پر ان کو ختم کرنے میں ناکام ہوگئے ہوں تو خاندان کے بزرگوں اور مقامی ذی اثر مسلمانوں کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ مصالحت کی کوشش کریں، میاں بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ متفق ہوکر اپنے نزاع میں کسی حکم کو تجویز کرلیں اور اس کے فیصلے پر راضی ہوجائیں، یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ شوہر اور بیوی کی جانب سے ایک ایک معاملہ فہم دیندار آدمی منتخب ہو اور وہ دونوں اس مسئلہ کو حل کریں، حکم جو بھی طے ہوں، عاقل بالغ اور مسلمان ہونے چاہیے، نیز معاملہ فہم، صلح پسند اور تقویٰ شعار ہوں اور کم از کم اتنی دینی

معلومات رکھتے ہوں کہ ان کی مدد سے اس نزاع کو بخوبی حل کرسکیں، یہ حکم فریقین کے رشتہ دار ہوں تو بہت اچھا ہے، حکم حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ نزاع کے حقیقی اسباب تک پہنچیں، کیوں کہ اکثر وبیشتر معمولی بات کا بتنگڑ بنایا جاتا ہے، اس کے لیے میاں بیوی سے علیحدگی میں بات کرنا پڑے تو شرعی حدود میں رہ کر ان سے بات چیت کریں، ازدواجی زندگی کے جھگڑوں کے بھیانک نتائج سے دونوں کو آگاہ کریں، چھوٹی موٹی باتوں کو نظر انداز کرنے کا مشورہ دیں، صلح صفائی کی جانب ان کی ذہن سازی کریں، مکمل حکمت اور نرمی وتحمل کے ساتھ ان کی شکایات کو سنیں، گرم مزاجی، جلد بازی اور برہمی کا مظاہرہ نہ کریں، شوہر کو بیوی سے معاشرت کے طور طریق سمجھائیں، اس کے حقوق سے آگاہ کریں، عدل کے بجائے فضل اور قانون کے بجائے اخلاق کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کریں، یہ بتائیں کہ شوہر کی جواں مردی اس میں ہے کہ وہ اپنے یہاں قید بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، بیوی کے سرپرستوں نے اس پر اعتماد کرکے اپنے جگر کا جو ٹکڑا حوالے کیا ہے، اس ایثار واعتماد کو بحال کرے، سرور دوعالم ﷺ کا اپنی ازواج کے ساتھ جو رحیمانہ سلوک تھا، اس کو بیان کرکے اس کی طبیعت میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کریں، عورت کو بھی شوہر کا عظیم الشان مقام ومرتبہ سمجھائیں، شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں اپنے آپ کو مرمٹانے کا مزاج پیدا کرنے کی تلقین کریں، یہ نصیحت کریں کہ اس کے غصہ کی تیزی اور بدمزاجی کو خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی کے ساتھ برداشت کرے، ممکن ہو تو صبر آمیز مسکراہٹوں کے ذریعہ اس کے رویہ کا استقبال کرے، خاص طور پر یہ تعلیم کریں کہ اپنے حقوق کی محرومی کے ساتھ ازدواجی بندھن میں بندھے رہنا، طلاق وتفریق سے ہزار درجے بہتر ہے۔

ترغیب ونصیحت کی ان باتوں کے بعد، حکم حضرات اپنی تحقیقات ومعلومات کی روشنی میں اللہ سے توفیق ومدد مانگتے ہوئے اپنی قوتِ فیصلہ کا اظہار کریں اور صلح صفائی کی بھرپور کوشش کریں، وعدۂ خداوندی ہے کہ جذبۂ اخلاص وخیر خواہی سے کی جانے والی یہ مساعی وکوششیں رائیگاں نہیں جاتیں اور خیر وجود پذیر ہو ہی جاتا ہے، ارشاد خداوندی ہے: اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان

پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو (ان کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے) ایک منصف، مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے بھیج دو، اگر وہ دونوں اصلاح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا، بیشک اللہ کو ہر بات کا علم اور ہر بات کی خبر ہے۔(سورۃ النساء:۳۵) تاہم اگر کبھی قضائے الٰہی سے یہ کوششیں بار آور نہ ہوئیں تو پھر طلاق وخلع کے ذریعہ زوجین شرعی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے علیحدہ ہوسکتے ہیں۔(المفصل فی احکام المرأة ملخصاً ۸/ ۴۰۹ تا ۴۳۶)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

وصلى الله على النبي الكريم

ضروری گذارش: اہلِ علم سے درخواست ہے کہ رسالہ ہذا میں اگر کوئی فروگذاشت دیکھیں تو بندے کو مطلع فرمائیں، ان شاء اللہ غلطی سے رجوع کرنے میں کوئی تأمل نہ ہوگا۔ منہ

مولف کی دیگر کتابیں

(۱) عاملین اور محصلینِ زکوٰۃ - ایک تجزیہ

یہ اپنے موضوع پر ایک مفصل اور جامع کتاب ہے، جس میں نصوص اور عباراتِ فقہاء کی روشنی میں صحیح نتیجہ تک پہونچنے کی کوشش کی گئی ہے، اس میں جمہور علماء کی رائے کو اختیار کیا گیا ہے۔

(۲) مروجہ تقاریبِ نکاح - شریعت کی نظر میں

موجودہ دور میں شادیوں کی تقاریب نے جو بھیانک نقشہ اختیار کیا ہوا ہے، اس پر گفتگو کی گئی اور ان کے اصلاح وسدھار کی دعوتِ فکر دی گئی۔

(۳) طہارت اور نماز کے مسائل - قرآن وحدیث کی روشنی میں

فقہ حنفی کے مطابق طہارت ونماز کے مسائل کو قرآن وحدیث سے مدلل کیا گیا، حوالہ جات کا غیر معمولی اہتمام ہے، حدیث کی صحت وسقم اور اس کے درجہ کو بھی بیان کیا گیا ہے، مسائل میں پائے جانے والے اختلافاتِ ائمہ کی بھی نشاندہی اس میں کی گئی ہے، زبان عام فہم اور شستہ ہے۔

(۴) وضاحتِ مسئلہ رفع یدین (۵) قرأت خلف الامام کا مسئلہ

نماز سے متعلق ان دو مسائل پر نہایت مثبت انداز سے گفتگو کی گئی، جو موجودہ معاشرے میں ایک گوشہ سے جدال وبحث کا موضوع بنے ہوئے ہیں۔

(۶) صدائے حق

یہ ان مختلف اصلاحی وعلمی مضامین کا مجموعہ ہے جو مختلف حالات وواقعات کے تناظر میں لکھے گئے، جن میں سے اکثر ملک کے مشہور جرائد ومجلوں میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔